341 | اکتوبر ۲۰۱۰ء

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی
حفظہ اللہ

مدیر
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مُحدّث

۲ ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور اہالیانِ پاکستان
۱۲ اُمتِ مسلمہ میں شرک کا وجود!
۵۸ رسول اللہ ﷺ کے ذرائع معاش

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
PAKISTAN

مجلس التحقیق الاسلامی

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی   مُدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا - کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے   زرِ سالانہ: ۲۰۰روپے بیرون ملک: ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔   ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476   موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __   www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

☜ عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

☜ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

☜ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

☜ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

☜ آئین وسیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تورہ جاتی ہے چنگیزی۔

☜ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدّث لاہور

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملّتِ اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ محدّث
لاہور پاکستان

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمن مدنی

مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

Only For SMS
0333-4213525

جلد ۴۲ ؍ شمارہ ۱۰ — شوال المکرم ۱۴۳۱ھ — اکتوبر ۲۰۱۰ء

فہرست مضامین

فکر و نظر

ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور اہالیانِ پاکستان — اوریا مقبول جان — ۲

امریکی عدالت کا فیصلہ اور انتہا پسند کا نقطہ نظر — محمد عطاء اللہ صدیقی — ۶

ایمان و عقائد

اُمت مسلمہ میں شرک کا وجود؟ — ابو عبداللہ طارق — ۱۲

کتاب و حکمت

پاکستان میں طبع ہونے والی لغاتِ قرآنی — ڈاکٹر قاری محمد طاہر — ۳۴

حدیث و سیرت

رسول اللہ ﷺ کے ذرائع معاش — ابوثوبان غلام قادر — ۵۸

اَحکام و مسائل

حج سے متعلق بعض اہم فتاویٰ — مترجم: کامران طاہر — ۷۳

فقہ و اجتہاد

آدابِ نماز اور خشوع و خضوع کی اہمیت — حافظ صلاح الدین یوسف — ۸۸

تصویر وطن

تباہی میں ترقی کے خواب — محمد عطاء اللہ صدیقی — ۱۰۶

فہارسِ موضوعی

بلاسود بینکاری اور اس کے متعلقات — شفیق کوکب ؍ زاہد حنیف — ۱۱۱

یادِ رفتگاں

مقتدیٰ حسن ازہریؒ... ڈاکٹر محمود غازیؒ — صلاح الدین یوسف ؍ یوسف انور — ۱۲۴

مدیر معاون
کامران طاہر
0302 4424736

زر سالانہ: ۲۰۰/= روپے

فی شمارہ: ۲۰/= روپے

بیرونِ ملک

زر سالانہ: ۲۰/= ڈالر

فی شمارہ: ۲/= ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984-8
UBL- Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ

۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن لاہور 54700

☎ : 5866476
5866396
5839404

Email:
hhasan@wol.net.pk

Publisher:
Hafiz Abdul Rahman Madani

Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore

Islamic Research Council

محدّث کتاب و سنّت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلّی اتفاق ضروری نہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر و نظر

ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور اہالیانِ پاکستان

ایک اور فردِ جرم اس قوم پر عائد ہوگئی۔ظلم پر خاموشی اور بے حسی کی ایک اور ایف آئی آر قضا وقدر کے پہرے داروں اور تحریر نویسوں نے درج کرلی۔کسی کو احساس تک نہیں کہ یہ 'فردِ جرم' سزا کے لئے نہ کسی جیوری کی محتاج ہے اور نہ استغاثہ اور صفائی کے وکیلوں کی۔ وہاں حلف اُٹھا کر جھوٹ نہیں بولا جاسکتا۔اُس عدالت کا دستور ہی نرالا ہے۔ہم زبان گنگ کردیں گے اور تمہارے ہاتھ اور پاں تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔

یوں تو اس فردِ جرم کی تکمیل امریکہ کے شہر نیویارک کے جنوبی ڈسٹرکٹ کورٹ کی جیوری کے اس فیصلے پر ہوئی جس میں پاکستان کی شہریت رکھنے والی ۳۸ سالہ مسلمان، کلمہ گو عافیہ صدیقی کو سات الزامات پر ۸۶سال قید کی سزا سنا دی گئی۔لیکن اس اجتماعی فردِ جرم کا آغاز ۳۰/مارچ ۲۰۰۳ء کو ہوا۔

ایک خاتون اپنے تین معصوم بچوں: سات سالہ محمد احمد، پانچ سالہ مریم اور ایک سالہ سلیمان کے ہمراہ اُٹھا لی گئی۔ وہ اس وقت آغا خان ہسپتال میں کام کررہی تھی اور کراچی میں اپنے کمسن بچوں کے ساتھ زندگی گزار رہی تھی۔ اگلے دن کے اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی۔ وزارتِ داخلہ کے ترجمان نے اِس کی تصدیق کردی لیکن دو دن بعد حکومتِ پاکستان اور ایف بی آئی امریکہ بیک زبان ہوکر بولے کہ ہمیں عافیہ کے بارے میں کچھ علم نہیں۔لیکن اس بیان سے ایک دن پہلے ایک شخص ڈاکٹر عافیہ کی والدہ کے گھر گیا۔اُس نے موٹر سائیکل والا ہیلمٹ پہنا ہوا تھا۔اُس نے ہیلمٹ نہیں اتارا اور ویسے ہی کھڑے کھڑے ایک بے بس اور مجبور ماں کو اتنا کہا: ''اگر اپنی بیٹی اور نواسوں کی زندگی چاہتے ہو تو زبان بند رکھو۔'' اس کے بعد چند دن کالم آتے رہے اور پھر اس قوم پر بے حسی کی خاموشی چھا گئی۔ نہ کسی کی آنکھ سے آنسو ٹپکے، نہ

www.KitaboSunnat.com

دل سے آہ نکلی کہ ان تین معصوم بچوں کا کیا قصور ہے جن کے پیاروں کو ان کا کچھ اتہ پتہ معلوم نہیں کہ وہ کس حال میں ہیں؟

اس خاتون کے اُٹھائے جانے کے تین ماہ بعد ۲۳ جون ۲۰۰۳ء کو 'نیوز وِیک' میں ایک رپورٹ شائع ہوئی کہ ڈاکٹر عافیہ کا القاعدہ کیساتھ تعلق ہے اور وہ ایف بی آئی کے پاس ہے۔ اگلے سال یعنی ۲۰۰۴ء میں ایف بی آئی کے ڈائریکٹر رابرٹ ملر نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی سے پوچھ گچھ کی جارہی ہے، اس کے بعد ایک طویل خاموشی رہی۔ کچھ اَتہ پتہ اس وقت چلا جب پاکستانی معظم بیگ جو برطانوی شہری بھی تھا اور جسے مشرف نے اسلام آباد سے گرفتار کرکے امریکہ کے ہاتھ بیچا تھا، وہ جب برطانوی حکومت کی کوشش سے گوانتا موبے سے رہا ہوا، تو اس نے بتایا کہ جب بگرام جیل میں اس پر تشدد کیا جاتا تھا تو اسے قید خانے میں ایک عورت کے چیخنے چلانے اور مدد کیلئے پکارنے کی صدائیں آتی تھیں اور یوں لگتا تھا کہ اُس پر بہت شدید تشدد کیا جارہا ہو۔ بعد میں دیگر رہا ہونے والے قیدیوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ اس خاتون کو قیدی نمبر ۶۵۰ کے نام سے پکارا جاتا ہے اور کبھی کبھی اسے Grey Lady بھی کہا جاتا ہے۔ انٹیلی جنس کی زبان میں بلیک اس کو کہتے ہیں جس پر جرم ثابت ہو، وائٹ اس کو کہتے ہیں جس پر کوئی جرم ثابت نہ ہو، لیکن گرے مشکوک کو کہتے ہیں۔

پاکستانی قوم کی یہ کلمہ گو بیٹی اپنی تین معصوم بچوں کے ساتھ لاپتہ تھی اور ہم سب اپنی خواب گاہوں میں اپنے پیارے معصوم بچوں کو سینوں سے لپٹائے مزے کی نیند سو رہے تھے۔ لیکن افغانستان میں طالبان کی قید میں ان کے اخلاق سے متاثر ہوکر اسلام کرنے والی برطانوی صحافی خاتون ایوان رڈلی نے اس خاتون کا پتہ لگانے کی کوشش کی کہ وہ کون ہے؟ اس پر یہ ظلم کیوں ڈھایا جارہا ہے؟ وہ ان چار عرب باشندوں سے ملی جو بگرام جیل سے بھاگے تھے۔ اُنہوں نے خاتون کا حلیہ بھی بتایا اور یہ بھی کہا کہ اس پر اتنا تشدد ہوتا تھا کہ چیخوں کی وجہ سے کئی کئی راتوں سو نہیں سکتے تھے۔ تمام شواہد اکٹھے کرنے کے بعد یہ نومسلم برطانوی صحافی سراپا احتجاج بن گئی اور فوراً پاکستان آ گئی کہ اس خوابیدہ قوم کی غیرت پر سوال کرے۔ اس نے عمران خان کے ساتھ ۷ جولائی ۲۰۰۸ء کو ایک پریس کانفرنس میں بتایا کہ قیدی نمبر ۶۵۰ ڈاکٹر

www.KitaboSunnat.com

عافیہ صدیقی ہے اور اس پر مظالم کی وہ داستانیں سنائیں کہ روح کانپ اُٹھے۔ اسے بدترین جسمانی اور جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اس پریس کانفرنس میں برطانوی رکن پارلیمنٹ جارج گیلوے کا بیان بھی پڑھ کر سنایا گیا۔ ایوان رڈلی نے کہا میں تو ایک نومسلم ہوں، مجھے اسلام کی حقانیت کا علم ہے۔ میں تو تصور بھی نہیں کرسکتی کہ کوئی مسلمان اپنی بہن کو غیرمسلموں کے حوالے کردے کہ وہ اسے جسمانی، ذہنی اور جنسی تشدد کا نشانہ بنائیں۔ سولہ کروڑ لوگوں کے مقابلے میں اس ایک مسلمان برطانوی خاتون کی آواز زیادہ گرج دار، زیادہ جذباتی اور زیادہ ایمان افروز تھی۔

اب تک اس خاتون اور تین معصوم بچوں کو امریکیوں کے ہاتھ فروخت کئے ہوئے پانچ سال ہوچکے تھے اور اس قوم کی بے حسی اور خاموشی کو بھی اتنے ہی دن گذر چکے تھے۔ اس پریس کانفرنس کے بعد گیارہ جولائی کو کرنل رولی نیلسن گرین نے پھر ایک جھوٹ بولا کہ بگرام جیل میں کوئی عورت نہیں ہے۔ ادھر ایوان رڈلی شواہد کے ساتھ میدان میں تھی۔ اب ۴/اگست ۲۰۰۸ء کو اعلان کیا گیا کہ عافیہ صدیقی کو ۱۷/جولائی کو غزنی میں افغان پولیس نے اس وقت گرفتار کیا جب وہ امریکی سپاہیوں سے ان کی بندوق چھین کر ان پر حملہ کرنے کی کوشش میں زخمی ہوگئی تھی۔ حملہ آور زخمی ہوگئی اور امریکی سپاہیوں کو خراش تک نہ آئی۔

اسے امریکیوں کو قتل کرنے کی کوشش کرنے کے جرم میں امریکہ منتقل کیا گیا اور پھر نیویارک کے جنوبی ڈسٹرکٹ کی عدالت میں مقدمہ چلا، سزا سنائی گئی تو اس کی وکیل اور ترجمان ٹینا فوسٹر نے اتنا کہا کہ عافیہ کو سزا صرف اور صرف پاکستانی حکومت کی بے حسی، لاپرواہی اور بے اعتنائی کی وجہ سے ہوئی۔ ہمارے اوپر بحیثیتِ قوم لگنے والی فردِ جرم مکمل ہوگئی۔ سب کے اعضا کل اس کے خلاف گواہی دیں گے: جس نے بیچا، جس نے جھوٹ بولا، جس کو اس ظلم کا علم تھا اور مجرمانہ خاموشی کا شکار رہا، سب اپنی اپنی فردِ جرم پر کیا جواب دیں گے۔ یہ معاملہ ان کا اور ان کے اللہ کا ہے!!

لیکن میرا سر شرم سے اس لئے جھکتا ہے کہ میں بھی اس مملکتِ خداداد پاکستان کا شہری ہوں جس کے حکمرانوں میں فلپائن جیسے امریکی امداد پر پلنے والے ملک جتنی بھی غیرت نہیں۔ جس

www.KitaboSunnat.com

ملک کا ایک ڈرائیور انجلو وڈی لاکروز عراق جنگ کے شروع میں اغوا ہوا تھا اور اغوا کاروں نے مطالبہ کیا تھا کہ عراق سے اپنی فوجیں واپس بلاؤ تو فلپائن جو سو سال سے امریکہ کا دستِ نگر تھا، اُس نے امریکہ کی اس دوستی پر لعنت بھیجتے ہوئے اپنی فوجیں عراق سے واپس بلا لی تھیں اور اس حکومت کے ترجمان نے کہا تھا: ''یہ ایک ڈرائیور نہیں، فلپائن کے ہر جیتے جاگتے انسان کا استعارہ ہے۔''

ہم ان بے حس حکمرانوں کے دور میں بھی زندہ رہے جن سے برطانوی حکومت ایک پاکستان برطانوی شہری مرزا طاہر حسین کو پرویز مشرف سے چھین کر لے جاتی ہے جسے ایک ٹیکسی ڈرائیور کے قتل میں موت کی سزا ہوچکی ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم اپنے شہری کو پھانسی نہیں ہونے دیں گے خواہ وہ مسلمان اور پاکستانی کیوں نہ ہو۔

اس قوم کی حالتِ زار کی طرف دیکھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے، جہاں مختاراں مائی کے لئے سڑکیں، شہر اور میڈیا سب احتجاج کرتے ہیں اور عافیہ صدیقی پر ساری انسانی حقوق کی ترجمانی کرتی انجمنوں کو چپ لگ جاتی ہے، سانپ سونگھ جاتا ہے۔ آیئے اس فردِ جرم کے بارے میں ذرا جان لیں جو ہم پر لگ چکی۔ اللہ فرماتے ہیں اور حدیثِ قدسی میں درج ہے کہ

''جس نے ایک آزاد مسلمان کو کسی غیر کے ہاتھ بیچا، میں قیامت کے دن خود اس کے خلاف مدعی ہوں گا۔'' (صحیح بخاری:۲۲۷۰)

پھر بھی ہم یہ سوال کرتے ہیں، ہم پر عذاب کیوں نازل ہوتے ہیں، ہماری حالت کیوں نہیں بدلتی، ہم دربدر اور رسوا کیوں ہیں؟ جن قوموں میں ایسے مجرم حکمران دندناتے پھریں، اس طرح کے ظلم پر بے حسی اور خاموشی طاری رہے، ظلم کرنے والوں کے وکیل گلی گلی، محلے محلے موجود ہوں اور چاہنے والوں کے گروہ در گروہ بھی، ان کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کو اپنے ووٹوں سے جس ملک کی اکثریت اپنی محبتوں سے اقتدار پر سرفراز کرے، وہاں سے رحمتیں روٹھ جاتیں ہیں اور غیض وغضب کی صدائیں گونجنے لگتی ہیں۔

(اوریا مقبول جان)

۲

امریکی عدالت کا فیصلہ اور ایک انتہا پسند کا نقطہ نظر

امریکی عدالت نے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو جس انداز میں ۸۶ سال کی سزا سنائی ہے، اس پر پاکستان میں اسلامی حلقوں کے علاوہ تمام قومی اور سیکولر طبقوں کی طرف سے بھی سخت احتجاج کیا جارہا ہے، وہ اسے بجاطور پر انصاف کا قتل قرار دے رہے ہیں۔ ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے بیان دیا ہے کہ اگر وہ اقتدار میں ہوتے تو اس فیصلہ کے بعد امریکہ سے سفارتی تعلقات منقطع کردیتے۔ اے این پی کی قیادت نے بھی اس فیصلے کے خلاف سخت احتجاج کیا ہے۔'انسانی حقوق آف کمیشن پاکستان' کے اقبال حیدر ایڈووکیٹ نے بھی ایک ٹاک شو میں اس فیصلے کو غیر منصفانہ قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی۔ میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف، چودھری شجاعت حسین، راجا ظفر الحق اور مسلم لیگی قیادت نے بھی قوم کی بیٹی کو ملنے والی سزا پر قوم کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ عمران خان کا نقطۂ نظر بھی قوم کے سامنے ہے؛ مختصر یہ کہ پاکستانی قوم پر ایک سوگ کی کیفیت طاری ہے۔ ایسی جذباتی فضا میں بھی کچھ بدبخت ذہنی مریض اور فکری مرتد ایسے بھی ہیں جو قوم کے زخموں پر نمک پاشی کرنے سے باز نہیں رہتے اور اپنی گندی فکر کا اظہار اخباری کالموں کی صورت میں کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

راقم الحروف نے عافیہ صدیقی کو سنائی جانے والی سزا کے متعلق اُردو اور انگریزی کے اخبارات میں شائع ہونے والے کالموں کا مطالعہ کیا ہے۔ کوئی بھی معروف اور قابلِ ذکر کالم نگار نہیں ہے جس نے اس حقیقت اور ناانصافی پر مبنی فیصلے کی مخالفت میں اظہارِ خیال نہ کیا ہو۔ حتیٰ کہ نذیر ناجی بھی جو عام طور پر قومی معاملات میں 'منفرد' نقطۂ نظر اپناتے ہیں، نے بھی اس فیصلے کے خلاف بھرپور انداز میں لکھا ہے، مگر ۲۷/ستمبر کے روزنامہ 'پاکستان' میں غیر معروف اور سطحی سوچ کے حامل ایک کالم نگار کی طوائف القلمی بہت سے دلوں پر سخت گراں گزری ہے۔ افضال ریحان نامی یہ نوجوان کالم نگار بدقسمتی سے سیکولرازم کے سرطان میں مبتلا ہے۔ اس نے

www.KitaboSunnat.com

اپنے کالم میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ نہایت افسوس ناک ہے اور قابل مذمت ہیں۔ اُس کا کالم فکرِ خبیثہ کا شاخسانہ ہے۔اُس نے اپنے کالم میں عافیہ صدیقی کے 'جرم کی نوعیت' اور اس کو ملنے والی ۸۶ سال کی قید کی سزا کے 'جواز' کے متعلق تو کچھ تحریر نہیں کیا، البتہ اُسے یہ غم کھائے جارہا ہے کہ پاکستان کے اخبارات نے امریکی عدالت کے اس فیصلے کے متعلق جو سرخیاں جمائی ہیں، وہ 'خوش آئند' نہیں ہیں۔ اس کے خیال میں یہ سرخیاں 'بین المذاہب دوری' کا باعث بنیں گی۔افضال ریحان لکھتا ہے:

''اگر ہم امریکی وفاقی کورٹ کے عدالتی فیصلے پر اس نوع کی سرخیاں جمائیں گے کہ 'امریکی عدالت میں انصاف کا خون' یا یہ کہہ کر ''پاکستان کی بیٹی پوری زندگی جیل میں گزارے گی۔'' تو اُسے کسی طور پر خوش آئند قرار نہیں دیا جاسکتا۔اس پر مستزاد یہ شعر تحریر فرمائے جارہے ہیں کہ ''شہادت گہہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے،لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا!'' اس سے ہم قوم کے سامنے کیا اِبلاغ کررہے ہیں، یہ کہ عافیہ صدیقی کو جو سزا سنائی گئی ہے، یہ صرف اُس وجہ سے ہے کہ وہ مسلمان ہیں، ان کا کوئی اور جرم نہیں ہے،بس مسلمانی ہی جرم ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس امریکہ میں جو ستر اَسی لاکھ مسلمان بس رہے ہیں، بیشتر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں، اُنہیں وہ تمام تر حقوق حاصل ہیں جو شاید اُن کے تمام اسلامی ممالک میں بھی حاصل نہیں تو کیا وہ سب سچے مسلمان نہیں ہیں؟'' (روزنامہ'پاکستان': ۲۷/ستمبر ۲۰۱۰ء)

ہم پوچھتے ہیں کہ امریکی عدالت کے اس فیصلے کو 'انصاف کا خون' قرار نہ دیا جائے تو کیا اسے 'انصاف کا بول بالا' قرار دیا جائے؟ امریکہ ان ممالک میں سے ہے جہاں بعض ریاستوں (صوبوں) نے قتل جیسے گھناؤنے جرم کے لیے بھی سزاے موت منسوخ کردی ہے کیونکہ ان کے خیال میں موت کی سزا انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتی ہے۔ امریکہ میں بھی قانون دانوں اور انسانی حقوق کی تنظیموں کی طرف سے عافیہ صدیقی کو دی جانے والی سزا پر حیرت اور بیزاری کا اظہار کیا جارہا ہے۔ امریکی میڈیا بتا رہا ہے کہ امریکہ میں آج تک کسی بھی عورت کو کسی بھی جرم میں اتنی طویل قید کی سزا نہیں سنائی گئی۔عافیہ صدیقی تو بے گناہ ہے، مگر استغاثہ کی طرف سے اس پر جو فردِ جرم عائد کی گئی ہے، اس کو بھی پیش نظر رکھا جائے تو یہ سزا جرم کے تناسب سے ہزار گناہ زیادہ معلوم ہوتی ہے۔فرض کیجئے کسی جرم کی سزا اگر ایک دو

www.KitaboSunnat.com

سال بنتی ہے، مگر عدالت اُسے ۸۶ سال کی سزا سنا دیتی ہے تو یہ معاملہ انصاف کے تقاضوں سے ماورا ہوجاتا ہے۔ جرم اور سزا کے درمیان عدمِ تناسب کو 'ناانصافی' قرار دینے پر اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے، تو اس طرح کی سزا پر اگر پاکستانی اخبارات نے 'انصاف کا خون' کی سرخیاں لگائی ہیں، تو اس پر تنقید کرنے والے کو بے حمیت اور قوم فروش نہ کہا جائے تو اور کیا نام دیا جائے؟

عافیہ صدیقی پر فردِ جرم اور اس کی سزا کا موازنہ کیا جائے تو یقین کرنا پڑتا ہے کہ امریکی جج کے ذہن میں 'ملزمہ' کا کوئی ایسا جرم بھی تھا جس کی وجہ سے وہ اُسے نشانِ عبرت بنانے کا تہیہ کرچکا تھا۔ اگر یہ 'جرمِ مسلمانی' نہیں تھا، تو افضال ریحان پھر بتائے، وہ آخر کون سا گھناؤنا جرم تھا جس کی عافیہ صدیقی کو اتنی طویل قید کی سزا سنائی گئی ہے؟

افضال ریحان کے مذکورہ بالا بیان کا آخری حصہ بے ہودہ منطق طرازی اور سطحی جنون خیزی کی واضح مثال ہے۔ اُسے یاد ہی نہیں رہا کہ ۹/۱۱ کے بعد امریکہ میں بسنے والے ہزاروں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کردیا گیا تھا۔ اَب بھی ہزاروں مسلمان ایف بی آئی کے تفتیشی مراکز میں ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ وہ کون سے اعلیٰ عہدے ہیں جن پر 'بیشتر' مسلمان فائز ہیں؟ کیا اس بات سے اِنکار کیا جاسکتا ہے کہ گوانتا نامو بے میں قید سینکڑوں مسلمانوں پر اب تک کوئی جرم ثابت نہیں کیا جاسکا مگر پھر بھی وہ قید میں ہیں۔ فرض کیجئے اگر امریکہ میں بسنے والے لاکھوں مسلمانوں کو وہ حقوق حاصل ہیں جس کا دعویٰ افضال ریحان نے کیا ہے، تو کیا عافیہ صدیقی کو دی جانے والی اس افسوس ناک سزا کا یہی جواز کافی ہے؟ کیا لاکھوں اَفراد کے سزا سے بچ رہنے کے معاملے کو کسی ایک فرد کی سزا کے لیے جواز بنایا جاسکتا ہے؟ کیا یہی عقلی استدلال ہے جس پر یہ بزعم خویش عقلیت پسند بغلیں بجاتے پھر رہے ہیں؟ ؎ تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو!

افضال ریحان مزید لکھتا ہے:

''ہماری وہ راسخ العقیدہ مذہبی تنظیمیں جو اس نوع کے واقعات کو بنیاد بنا کر بین المذاہب دوری اور نفرت پیدا کرنے لگتی ہیں، وہ بھی اپنا اَنداز بدلیں۔ درپیش واقعات کو ان کے محدود

www.KitaboSunnat.com

تناظر میں دیکھیں۔'' (روزنامہ 'پاکستان': ۲۷؍ستمبر ۲۰۱۰ء)

بین المذاہب ہم آہنگی کا مسخ شدہ اور بے ہودہ تصور ہے جو افضال ریحان جیسے مغرب زدہ افراد نے اپنے ناپختہ ذہنوں میں پال رکھا ہے۔ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ عافیہ صدیقی کو ملنے والی غیر منصفانہ سزا کے خلاف جائز احتجاج سے 'بین المذاہب دوری' کا سوال کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ کیا امریکی عدالت نے یہ سزا عیسائیت کی تعلیمات کی روشنی میں دی ہے؟ کیا کیتھولک اور پروٹسٹنٹ چرچ نے اس سزا کی حمایت کی ہے؟ کیا احتجاج کرنے والوں نے امریکی عوام کے مذہب کے خلاف کوئی تحریک برپا کرنے کا اعلان کیا ہے؟ مزید برآں یہ محض پاکستان کی 'راسخ العقیدہ مذہبی تنظیموں' کا احتجاج نہیں ہے، جیسا کہ افضال نے غلط تاثر دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ پاکستانی قوم کے اجتماعی ضمیر کی آواز ہے۔ پھر یہ 'راسخ العقیدہ' ہونے پر طنز کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا راسخ العقیدہ مسلمان ہونا کوئی عیب ہے؟ کیا مسلمانوں کو فاسخ العقیدہ یا فاسد العقیدہ ہونا چاہئے؟ ؎ بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو!!

عافیہ صدیقی نے امریکی عدالت میں دیے گئے بیان میں 'اعترافِ جرم' ہرگز نہیں کیا مگر افضال ریحان نے اپنے تخیل کے زور پر یہ نتیجہ خود ہی برآمد کرلیا ہے۔ مزید برآں اس سیکولر کالم نگار کے قلب پر یہ القا بھی ہوا ہے کہ عافیہ صدیقی کو اپنے کیے پر 'پچھتاوا' ہے اور افضال کے نزدیک ان کا یہ جذبہ 'قابل التفات' ہے۔اس کے دلائل کے تارِ عنکبوت کا تانا بانا ملاحظہ کیجئے اور اس کے فسادہ زدہ ذہن کی رسائی کی داد بھی دیجئے:

''عافیہ صدیقی نے امریکی عدالت کے سامنے بھی بیان کیا ہے کہ ''میں نے صدر اوبامہ کو یہ پیغام بھجوانے کی کوشش کی تھی کہ میں طالبان کے ساتھ قیامِ امن میں مدد دینے کا کردار انجام دینا چاہتی ہوں۔'' ظاہر ہے، اتنا حساس کردار ادا کرنے کا داعیہ وہ اسی وجہ سے رکھتی ہیں کہ ان کا القاعدہ اور طالبان سے بہت قریبی تعلق رہا ہے اور اگر اسی تعلق کے زیر اثر اگر اُنہوں نے کوئی منفی رول کیا بھی تھا تو اب مثبت رول کا موقع دیا جانا چاہئے تھا۔ کسی گناہ پر اس کے پچھتاوے سے بڑی کوئی سزا نہیں ہے۔'' [روزنامہ 'پاکستان': ۲۷؍ستمبر ۲۰۱۰ء]

ہم سمجھتے ہیں کہ امریکی عدالت سے سزا سنانے کے بعد ڈاکٹر عافیہ صدیقی کا جو بیان فوری

www.KitaboSunnat.com

طور پر امریکی میڈیا کے ذریعے پھیلایا گیا ہے، وہ انجینئرڈ تھا۔ سزا دینے والے سمجھتے تھے کہ اس سزا کے خلاف عالم اسلام میں شدید ردّعمل سامنے آئے گا، بالخصوص یہودیوں کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا۔ اسی لیے عافیہ صدیقی سے منسوب یہ بیان نشر کیا گیا کہ وہ امریکہ یا اِسرائیل کے خلاف نہیں ہے۔ اپنے اسلامی ملک افغانستان میں تو اس پر تشدد ہوا ہے، لیکن جب سے وہ امریکہ میں ہے، اس کے ساتھ کوئی زیادتی یا تشدد نہیں ہوا بلکہ اسے پورے وقار کے ساتھ رکھا گیا۔ عافیہ صدیقی کے منہ میں یہ بھی الفاظ ڈالے گئے کہ اُس کی بیٹی بھی ایک امریکی یہودی کے پاس ہے، لیکن کسی نے اس کی عزت کو نقصان نہیں پہنچایا اور یہ کہ امریکی محافظوں نے بھی ان کے ساتھ جیل میں اچھا سلوک کیا ہے۔ مزید برآں یہ جملے بھی غور طلب ہیں:

> ''میں جنگ کی مخالف اور امن کی حمایتی ہوں۔ مجھے طالبان کے ہاتھوں امریکی فوجیوں کے قتل کا بھی افسوس ہے۔ میں مسلمانوں سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ تشدد کی راہ اختیار نہ کریں اور نہ میرے لیے لابنگ کریں۔ میں فلسطین کے ساتھ ساتھ اسرائیلی عورتوں، ماؤں اور بچوں کے لیے بھی امن وتحفظ کی حامی ہوں۔'' وغیرہ وغیرہ

یہ بیان ڈاکٹر عافیہ صدیقی بقائمی ہوش وحواس اور آزادانہ مرضی کے تحت نہیں دے سکتیں۔ وہ بارہا عدالت میں بیان دے چکی ہیں کہ ان کے ساتھ جیل میں بہیمانہ سلوک روا رکھا جارہا ہے۔ وہ اس 'اسلامی ملک' افغانستان میں بھی امریکیوں کی قید میں تھیں۔ بلگرام جیل میں قیدی نمبر ٦٥٠ کے طور پر کاظم آغا اور ایوان رِڈلے کی رپورٹنگ پر اُس کا سراغ ملا تھا۔ عافیہ صدیقی نے بیان دیا تھا کہ اُسے 'ریپ' (زنا بالجبر) بھی کیا گیا تھا۔ ممکن ہے اُس کے قانونی مشیروں نے امریکی جج کا جذبہ ترحم اُبھارنے کے لیے اُس سے یہ لکھا لکھایا بیان پڑھوایا ہو۔ یہ بالکل اُسی طرح کا بیان ہے جیسا بیان جنرل پرویز مشرف نے ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے پڑھوایا تھا۔ اُس کی بنیاد پر ہمارے بعض کالم نگاروں نے اسے 'اعترافِ جرم' کے طور پر خوب اُچھالا تھا۔ کیا افضال ریحان اتنے گاؤدی ہیں کہ اس بیان کے پس پشت کارفرما شاطر ذہن کو پڑھنے سے قاصر ہیں؟

افضال ریحان کے خیال میں پاکستان میں اُن کی رہائی کے لیے سرگرداں اور پرجوش

www.KitaboSunnat.com

زیادہ تر وہی ہیں جو القاعدہ اور طالبان کے لیے اپنے اندر نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ ان کا یہ الزام درست نہیں ہے۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے لیے ہر مکتبۂ فکر کے لوگ احتجاج کررہے ہیں۔ بعض مذہبی تنظیمیں اگر ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی رہائی کے لیے کوشش کررہی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ القاعدہ سے اُن کے تعلق کو درست سمجھتی ہیں یا القاعدہ اور طالبان کی حامی ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ یقین رکھتی ہیں کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی بے گناہ ہے اور اُسے محض ایک سازش کے تحت سزا دی جارہی ہے۔کیا ایم کیو ایم کا شمار طالبان کی حامی جماعتوں میں ہوتا ہے۔ افضال ریحان جیسے ذہنی مریض کے لیے اگر کسی بات کے غلط ہونے کے لیے محض یہی دلیل کافی ہے کہ اس کی حمایت 'راسخ العقیدہ مذہبی جماعتیں' کررہی ہیں، تو اس نفسیاتی مرض کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے، یہ سیکولر انتہا پسندی ہے جو مذہبی انتہا پسندی کے خلاف ردّعمل کے طور پر بعض افراد میں پیدا ہوگئی ہے۔

افضال ریحان نے الزام لگایا ہے کہ ہمارا میڈیا شروع دن سے اس قانونی مقدمے کو اُچھالتا اور قوموں کے درمیان نفرت اور دشمنی کو بالواسطہ ہی سہی، ہوا دیتا چلا آرہا ہے۔ یہ حرکت احمقانہ نہیں تو بھی بچگانہ ضرور ہے۔ہم دیانت داری سے سمجھتے ہیں کہ یہ الزام انتہائی لغو اور بیہودہ ہے۔ یہ صرف اُسی شخص کی سوچ ہوسکتی ہے کہ جو قومی حمیت اور ملّی غیرت کے تقاضوں سے نابلد ہو، خود ناداں ہو مگر اپنے آپ کو حکمت و دانش کے تخت پر مسند نشین دیکھنے کی خودفریبی میں مبتلا ہو۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے تاریخ نے 'ننگِ دیں، ننگِ ملت اور ننگِ وطن' جیسے القابات محفوظ کر رکھے ہیں۔ (محمد عطاء اللہ صدیقی)

اِعلان

ماہنامہ 'محدث' میں مضامین و مراسلات بھیجنے والے حضرات آئندہ اس فون یا اِی میل پر رابطہ کرسکتے ہیں۔ کامران طاہر (معاون مدیر) فون: 0302-4424736

ای میل: mkamrantahir@gmail.com

شمارہ ہذا ستمبر/اکتوبر ۲۰۱۰ء پر مشتمل ہے، قارئین نوٹ فرمالیں۔

www.KitaboSunnat.com

ایمان وعقائد

ابوعبداللہ طارق ☆

اُمتِ مسلمہ میں شرک کا وجود؟

شرک اوراس کی ذیلی صورتوں سے بچنے کے لئے کتاب وسنت میں بے شمار ہدایات پائی جاتی ہیں، اور علماے کرام عوام الناس کواس کی تلقین بھی کرتے رہتے ہیں۔لیکن کچھ عرصہ سے بعض لوگوں نے شرک کی ایک خودساختہ تعریف متعین کرکے عوام الناس میں پائے جانے والی شرکیہ کوتاہیوں کو تحفظ دینے کا سلسلہ شروع کررکھا ہے۔مختلف شہروں میں 'عقیدۂ توحید' کے نام سے سیمینار منعقد کرکے ان میں نہ صرف عوام الناس کو مغالطہ دیا جارہا ہے بلکہ یہ دعویٰ بھی کیا جارہا ہے کہ اُمتِ مسلمہ میں شرک کا وجود ہی سرے سے ناممکن ہے، اس لئے شرک سے بچنے کی تدابیر اضافی اور بے فائدہ ہیں۔ زیرنظر مضمون میں شرک کی ناقص اور خودساختہ تعریف کی قرآنی آیات اور ائمہ اسلاف کے ذریعے تردید کرنے کے بعد اُمتِ مسلمہ میں شرک کے وجود کو آیاتِ کریمہ سے ثابت کیا گیا ہے تاکہ عوام الناس اس کے بارے میں فکر مند ہوں، اپنے اعمال کے بارے میں توجہ کریں، نہ کہ مطمئن ہوکر بیٹھ جائیں۔ ہر دو نکات پر بکثرت قرآنی دلائل اس لئے پیش کئے گئے ہیں تاکہ حق کے متلاشی کے لئے یہ مسائل ظاہر وباہر ہوجائیں اور کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کو خلوص کے ساتھ سمجھنے اوراس پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ ح م

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ایمان وتوحید ہے اور بلاشبہ اسے تعلیماتِ اِسلامیہ میں اَساس اور مرکز ومحور کی حیثیت حاصل ہے جب کہ برے اَعمال میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز شرک ہے۔جس قدر اس کی مذمت کی گئی ہے، اس قدر کسی اور چیز کی شناعت بیان نہیں کی گئی۔اسی توحید کے اثبات اور تبلیغ و اشاعت اور شرک کے نقصان و بُرائی کو واضح کرنے اور لوگوں کو اس سے روکنے کے لیے انبیا و رسل علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے اور یہی ان کی دعوت و کاوش کا مرکزی نکتہ رہا ہے اور اسی میں اُنہوں نے اپنی زندگیاں صرف کردیں اوران کے بعد علماے ربانی بھی اسی متاعِ عزیز کو سینے سے لگائے ہر دور میں حقِ وراثتِ انبیا ادا کرتے چلے آرہے ہیں۔ جب کہ مقابلہ میں ابلیسِ لعین بھی اپنے لاؤلشکر سمیت ہر دور میں نت نئے انداز و مغالطہ جات سے اوراب تو جدید ہتھیاروں سے لیس حملہ آور ہے اوراس کے

☆ مدرّس جامعہ لاہور الاسلامیہ (البیت العتیق) لاہور

www.KitaboSunnat.com

کارندے بھی مخصوص مفادات کی خاطر، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دامِ فریب میں پھانسنے کے لیے، تلبیسانہ انداز میں ملمع سازی کر کے ظلم عظیم کو صراطِ مستقیم، شرک و گستاخی کو رشد و ہدایت اور عشق و محبت کے روپ میں پیش کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، لیکن یاد رہنا چاہئے کہ توحید و سنت کے چراغ شرک و گستاخی کی پھونکوں سے کیونکر بجھائے جاسکتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يُرِيْدُوْنَ أَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللهُ اِلَّا اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِیْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبہ:۳۲،۳۳)

''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہہ (کی پھونکوں) سے بجھا ڈالیں، لیکن اللہ کو یہ بات منظور نہیں ہے، وہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا خواہ یہ بات کافروں کو کتنی ہی ناگوار گزرے۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو سب اَدیان پر غالب کردے۔ خواہ یہ بات مشرکوں کو کتنی ہی ناگوار ہو۔''

اس مذموم کاروبار کو رواج دینے اور سندِ جواز بخشنے کے لیے بعض مفکرین کی طرف سے یہ دعویٰ بھی کیا جانے لگا ہے کہ شرک تو ہمیشہ کے لیے نابود ہو چکا ہے۔ اب اس اُمت میں شرک نہیں پایا جاسکتا اور کوئی مسلمان مشرک نہیں ہوسکتا اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق، عوام کو مغالطہ دیتے ہوئے اب یہ بھی کہا جانے لگا کہ شرک کی مذمت والی آیات و اَحادیث میں مراد ریاکاری یعنی شرکِ اصغر ہے نہ کہ شرکِ اکبر، اور کبھی ان کو قربِ قیامت کے لوگوں کے ساتھ خاص قرار دے کر جان چھڑانے کی کوشش کی جاتی ہے اور کبھی بیان کیا جاتا ہے کہ

''شرک تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود مانا جائے یا اُس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات مانا جائے یا اس کو مستحقِ عبادت قرار دیا جائے۔ اس کے سوا کوئی قول اور فعل شرک نہیں ہے۔'' (نعمة الباري في شرح صحيح البخاري:۱۸۵/۲)

تارِ عنکبوت سے کمزور اس اُصول کی حقیقت تو اس بات سے ہی کھل جاتی ہے کہ اس قاعدہ سے تو مشرکینِ عرب بھی مشرک ثابت نہیں ہوتے اور شاید اس طرح یہ لوگ اپنے سے زیادہ مشرکینِ عرب کا دفاع کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو ہی خالق، مالک، رازق اور واجب

www.KitaboSunnat.com

الوجود مانتے تھے اور اپنے معبودانِ باطلہ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق، ملکیت اور اس کے ماتحت تصور کرتے تھے نہ کہ واجب الوجود۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ رقم طراز ہیں:

”واعلم أن للتوحيد أربع مراتب: إحداها حصر وجوب الوجود فيه تعالىٰ فلا يكون غيره واجبًا. والثانية حصر خلق العرش والسموات والأرض وسائر الجواهر فيه تعالىٰ وهاتان المرتبتان لم تبحث الكتب الالهية عنهما ولم يخالف فيهما مشركوا العرب ولا اليهود ولا النصارىٰ بل القرآن ناص على أنهما من المقدمات المسلمة عندهم“

”تو جان لے یقیناً توحید کے چار درجے ہیں: پہلا یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی میں واجب الوجود ہونے کی صفت پائی جاتی ہے پس اس کے سوا واجب الوجود کوئی نہیں ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی عرش، آسمانوں، زمینوں اور تمام جواہر کا خالق ہے۔ (یاد رہے کہ) آسمانی کتابوں نے ان دو مراتب سے بحث نہیں کی اور نہ ہی مشرکینِ عرب اور یہود و نصاریٰ نے ان میں اختلاف کیا ہے بلکہ قرآنِ پاک کی اس پر نص قطعی ہے کہ ان کے نزدیک یہ دونوں باتیں مسلمات میں سے ہیں۔“ (حجة الله البالغة:۱/۵۹)

اللہ تعالیٰ ہی آسمان وزمین اور پوری کائنات کا خالق ہے!

① اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ (الزخرف:۸۷)

”اور اگر آپ (ﷺ) ان سے پوچھیں کہ اُنہیں کس نے پیدا کیا؟ تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے، پھر کہاں سے یہ دھوکہ کھا رہے ہیں۔“

② اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (لقمان:۲۵)

”اور اگر آپ (ﷺ) ان سے پوچھیں، آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو یہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ، کہو: الحمدللہ، مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں۔“

③ ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ◉ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهُ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ◉ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ (العنکبوت:۶۱ تا۶۳)

''اور اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا ہے تو یہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر یہ کدھر سے دھوکہ کھا رہے ہیں؟ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو زندہ کردیا تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے، کہو: الحمدللہ، مگر ان میں سے اکثر لوگ بے عقل ہیں۔''

4 فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَّا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهٖ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ﴾ (الزمر:۳۸)

''اور اگر تم ان سے پوچھو آسمان اور زمین کس نے بنائے تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔ تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس کی بھیجی تکلیف ٹال دیں گے یا وہ مجھ پر مہر (رحم) فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کی مہر کو روک رکھیں گے تو فرماؤ: اللہ مجھے بس، بھروسے والے اسی پر بھروسہ کریں۔''

(ترجمہ از احمد رضا خان بریلوی، کنزالایمان)

نعیم الدین مراد آبادی بریلوی اس آیتِ کریمہ کے تحت رقم طراز ہیں:

''یعنی یہ مشرکین خدائے قادر، علیم، حکیم کی ہستی کے تو مقر ہیں اور یہ بات تمام خلق کے نزدیک مسلم ہے اور خلق کی فطرت اس کی شاہد ہے۔'' (خزائن العرفان: سورۃ الزمر، حاشیہ نمبر ۸۶)

5 فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللّٰهُ فَقُلْ

www.KitaboSunnat.com

أَفَلَا تَتَّقُونَ﴾ (یونس:۳۱)

''آپ (ﷺ) کہہ دیں کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے، یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اس کائنات کا انتظام چلا رہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ پھر پوچھئے کہ تم اس سے ڈرتے کیوں نہیں؟''

6 فرمایا:

﴿قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ﴾ (المؤمنون:۸۴ تا ۸۹)

''آپ (ﷺ) ان سے پوچھئے کہ اگر تمہیں کچھ علم ہے تو بتاؤ! کہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ کس کا ہے؟ وہ فوراً کہہ دیں گے اللہ کا، آپ کہئے پھر تم نصیحت قبول کیوں نہیں کرتے؟ پھر پوچھئے کہ سات آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ وہ فوراً کہہ دیں گے کہ یہ (سب کچھ) اللہ ہی کا ہے۔ آپ کہئے: پھر اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں؟ پھر پوچھئے کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ ہر چیز پر حکومت کس کی ہے؟ اور وہ کون ہے جو پناہ دیتا ہے مگر اس کے مقابلہ میں کسی کو پناہ نہیں مل سکتی؟ وہ فوراً کہیں گے اللہ ہی ہے۔ آپ کہئے: پھر تم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو۔''

مشرکینِ عرب اپنے معبودانِ باطلہ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق وملکیت مانتے تھے اور ان کی صفات و اختیارات اور قوت کو قدیم اور مستقل بالذات نہیں مانتے تھے بلکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ صفات و اختیارات ان کے ذاتی نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی عطا کردہ ہیں اُسی کی ملکیت اور اُس کے ماتحت ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

كان المشركون يقولون لبيك لا شريك لك قال فيقول رسول الله ﷺ: «ويلكم قدٍ قدٍ» فيقولون: إلا شريكًا هو لك تملكه وما مَلَك. يقولون هذا وهم يطوفون بالبيت (صحیح مسلم:۱۱۸۵)

''مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے کہتے تھے: "لبيك لا شريك لك" تو رسول

اللہ ﷺ فرماتے: ''ہلاکت ہو تمہارے لیے، اسی پر اکتفا کرو' لیکن وہ کہتے "إلا شريكًا هو لك تملكه وما ملَك" یعنی ''اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسا شریک جو تیرے لیے ہے، تو اس شریک کا بھی مالک ہے اور اس چیز کا بھی مالک ہے جو اس شریک کے اختیار میں ہے۔''

مشرکین مکہ تقربِ الٰہی اور سفارش کے لئے دوسروں کو شریک کرتے تھے!

مشرکین عرب اپنے معبودوں کی پرستش اس لیے کرتے تھے کہ ان کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ہماری سفارش کریں، ان کو مستحق عبادت سمجھ کر ان کی پوجا نہیں کرتے تھے، کیونکہ سفارشی مستقل نہیں ہوتا بلکہ غیر مستقل ہی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّيْنَ، أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا إِلَى اللهِ زُلْفٰى﴾(الزمر:۲،۳)

''بے شک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اُتاری، تو اللہ کو پوجو، نرے اس کے بندے ہو کر، ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے، اور جنہوں نے اس کے سوا اور والی بنا لئے، کہتے ہیں کہ ہم تو اُنہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔'' (ترجمہ از احمد رضا خان بریلوی، کنز الایمان)

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللهِ قُلْ أَتُنَبِّئُوْنَ اللهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (یونس:۱۸)

''اور وہ اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہیں جو ان کا کچھ بھلا نہ کرے اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ تو فرماؤ کیا اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں، اسے پاکی اور برتری ہے ان کے شرک سے۔''

(ترجمہ از احمد رضا خان بریلوی، کنز الایمان)

معلوم ہوا کہ مشرکین عرب اپنے معبودانِ باطلہ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور ان کی صفات واختیارات کو ان کی ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اور اس کی ملکیت مانتے تھے لہٰذا اُن کو واجب الوجود، اُن کی صفات کو قدیم اور مستقل بالذات اور ان کو مستحق عبادت نہیں مانتے تھے۔

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ان کی عبادت اس لیے کرتے تھے کہ ان کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل ہوجائے یا ان کی سفارش سے اللہ ہماری ضرورتیں پوری کردیتا ہے۔ مشکل کشائی، حاجت روائی کرتا ہے، شفا بخشتا ہے، ہماری سنتا نہیں، ان کی موڑتا نہیں وغیرہ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کرتے، اور مافوق الاسباب اختیارات کا مالک سمجھتے اور پکارتے تھے، ان کو نفع ونقصان کے حصول میں مستقل نہیں مانتے تھے، کیونکہ سفارشی مستقل نہیں ہوتا لہٰذا وہ اُنہیں غیر مستقل مانتے تھے اور انہیں اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ، وسیلہ اور ذریعہ قرار دیتے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے شرک قرار دیا ہے۔ لہٰذا شرک کے پائے جانے کے لئے

''شرک تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود مانا جائے یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات مانا جائے یا اس کو مستحق عبادت قرار دیا جائے اس کے سوا کوئی قول اور فعل شرک نہیں ہے۔'' (نعمة الباري: ۲/۱۸۵)

کی شرط لگانا سراسر باطل ہے۔ اس سے تو مشرکین عرب کا شرک بھی ثابت نہیں ہوتا اور یہ قرآنِ پاک کے خلاف ہے، لیکن اگر پھر بھی کوئی بضد ہو تو پھر اسے اب یہ دعویٰ بھی کردینا چاہیئے کہ ''مشرکین عرب میں بھی شرک نابود تھا اور اُن کا کوئی فرد بھی مشرک نہیں تھا۔'' معاذ اللہ تاکہ غلط نظریات کے دفاع کا صحیح حق ادا ہوجائے اور اپنے اس خود ساختہ اُصول سے بھی کما حقہ فائدہ اٹھایا جاسکے۔ حالی لکھتے ہیں:

مگر مؤمنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نیز

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

اُمتِ مسلمہ میں بھی شرک پایا جاتا ہے!

سوال یہ ہے کہ کیا کوئی مسلمان ''اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات مان سکتا ہے یا اس کو عبادت کا مستحق قرار دے سکتا ہے یا نہیں؟''

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی مسلمان ایسا کرسکتا ہے تو اس اُمت میں شرک بھی پایا جاسکتا ہے اور یہ مزعومہ دعویٰ کہ ''اس امت میں سے شرک ہمیشہ کے لیے نابود ہوچکا ہے اور اب کوئی مسلمان شرک کا مرتکب نہیں ہوسکتا'' سراسر باطل قرار پاتا ہے۔ یا پھر ان جدید مفکرین کی طرف سے اپنے اس بیان کردہ اُصول کو بھی ریا کاری یعنی شرکِ اصغر پر محمول کرلیا جائے گا؟ اس صورت میں تو ''اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات ماننا اس کو مستحق عبادت قرار دینا'' بھی ان اصحابِ جبہ و دستار کے نزدیک شرکِ اکبر نہیں ہوگا۔ یا پھر اپنے اس اُصول کو بھی قربِ قیامت کے لوگوں کے ساتھ خاص قرار دے لیں گے؟

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے!

اور اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ایسا نہیں مان سکتا تو پھر یہ مزعومہ اصول کہ ''شرک تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات مانا جائے یا اس کو عبادت کا مستحق قرار دیا جائے اس کے سوا کوئی قول اور فعل شرک نہیں ہے۔'' (نعمة الباري:۲/۱۸۵) قرآنِ پاک کے مخالف ہونے کے سبب بذاتِ خود باطل قرار پاتا ہے کیونکہ قرآنِ پاک سے یہ ثابت ہے کہ مسلمان اپنے ایمان کے ساتھ شرک کی آمیزش کرسکتا ہے۔

1 جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰئِكَ لَهُمُ الأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُوْنَ﴾ (الانعام:۸۱،۸۲)

''تو دونوں گروہوں میں امان کا زیادہ سزاوار کون ہے اگر تم جانتے ہو، وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی، اُنہیں کے لیے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں۔''

(ترجمہ از مولانا احمد رضا خان بریلوی، کنزالایمان)

اس آیتِ مبارکہ میں ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں آپ ﷺ نے وضاحت فرما دی ہے:

عن عبد الله قال لمّا نزلت ﴿اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ شق

ذلك على أصحاب رسول الله ﷺ وقالوا أينا لايظلم نفسه؟ فقال رسول الله ﷺ: «ليس هو كما تظنون إنّما هو كما قال لقمان لابنه ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾» (صحیح بخاری:۳۴۲۹،صحیح مسلم:۱۲۴ واللفظ لہ)

''عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی [ترجمہ: جن مؤمنین نے اپنے ایمان کے ساتھ بالکل ظلم نہیں کیا (انہی کو نجات ہوگی)] تو صحابہ کرام اس آیت سے بہت پریشان ہوئے اور رسول ﷺ سے عرض کیا ہم میں سے کون شخص (معصیت کرکے) ظلم نہیں کرتا! رسول ﷺ نے فرمایا: اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ اس آیت میں ظلم یعنی شرک ہے جس طرح لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا یقیناً شرک کرنا ظلم عظیم ہے۔'' (ترجمہ از غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم:۱/۵۸۶)

(ا) اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان: ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُنہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کی آمیزش نہیں کی۔'' اس بارے میں نص صریح ہے کہ اہل ایمان، ایمان لانے کے بعد بھی شرک میں مبتلا ہوسکتے ہیں اور یہاں اس سے شرکِ اکبر مراد ہے جیسا کہ تفصیل آرہی ہے۔

(ب) یہ آیتِ کریمہ اہل ایمان، مسلمانوں یعنی کلمہ پڑھنے والے اُمتیوں کے بارے میں ہے کہ شرک نہ کرنے کی صورت میں ان کے لیے امن کی گارنٹی اور ہدایت یافتہ ہونے کی سعادت ہے۔

(ج) کلمہ نہ پڑھ کر اُمتی نہ بننے والوں کے بارے میں نہیں ہے، کیونکہ وہ تو اگر بالفرض شرک نہ بھی کریں تو پھر بھی ان کے لیے نہ امن ہے اور نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہیں بلکہ کلمہ نہ پڑھنے اور انکارِ نبوت کی وجہ سے ہی وہ کافر اور ابدی جہنمی ہیں۔

(د) صحابہ کرامؓ نے اس آیتِ کریمہ کو، ہمارے اس دور کے اصحابِ جبہ ودستار کی طرح یہ کہہ کر ردّ نہیں کردیا کہ یہ تو کفار، یہود ونصاریٰ یا بتوں، سورج، چاند اور ستاروں کے متعلق ہے اور پھر نبی پاک ﷺ نے بھی ایسا نہیں کیا۔

(ہ) صحابہ کرامؓ نے اس آیتِ کریمہ کو اپنے بارے میں سمجھا، اس سے استدلال کیا اور اپنے بارے میں پریشانی کا اظہار بھی کیا تو نبی کریم ﷺ نے بھی اس کو ردّ نہیں کیا بلکہ باقی رکھا

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا یہاں یہ بہانہ بھی کارگر نہیں ہوسکتا کہ یہ آیت تو صرف قربِ قیامت کے لوگوں کے متعلق ہے۔

(و) البتہ لفظ 'ظلم' کو سمجھنے میں جو دشواری ہوئی تھی، آپ ﷺ نے اس کی اصلاح فرما دی کہ یہاں ظلم سے مراد ایک خاص ظلم یعنی شرک ہے، عام معصیت وغیرہ نہیں ہے۔

(ح) صحابہ کرامؓ نے زمانۂ جاہلیت کو قریب سے دیکھا تھا، اور پھر نبی پاک ﷺ کی صحبت اور تعلیم و تربیت کا بھی اثر تھا کہ ان سے شرک کا وقوع نہیں ہوا۔ البتہ جہاں اُنہیں دوسرے لوگوں کے پھسل جانے کا خطرہ محسوس ہوا تو اُنہوں نے اس کا سدباب بھی کیا۔

(ط) اس آیتِ کریمہ میں ظلم سے مراد شرک اکبر ہے، کیونکہ یہاں شرکِ اکبر کے مرتکب کافر اور مؤمن کے درمیان موازنہ کیا گیا ہے کہ ان ''دونوں گروہوں میں سے امن کا سزاوار کون ہے؟'' تو فرمایا کہ ''جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم (شرک) کی آمیزش نہ کی اُن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔''

(ی) سوال یہ ہے کہ کیا ان جدید مفکرین کے نزدیک کافر شرکِ اکبر کا مرتکب ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوسکتا ہے تو پھر اس آیتِ کریمہ کی شرکِ اصغر کے ساتھ تخصیص کا بہانہ نہیں چل سکتا اور حق بھی یہی ہے کہ یہاں شرکِ اکبر مراد ہے۔

اور اگر نہیں تو پھر ان اصحاب کو اب یہ دعویٰ بھی کر دینا چاہئے کہ ''ان کفار میں بھی شرکِ اکبر نابود تھا اور کوئی کافر بھی شرکِ اکبر میں مبتلا نہیں تھا'' تاکہ مزعومہ خیالات کے دفاع کا صحیح حق ادا ہوسکے۔

(ک) اگر اس آیتِ کریمہ کے سیاق و سباق کی طرف جائیں تو اس میں بھی شرکِ اکبر کا ہی تذکرہ ہے۔

معلوم ہوا کہ اس اُمت میں بھی شرک پایا جاسکتا ہے اور مسلمان بھی شرکِ اکبر میں مبتلا ہوسکتے ہیں، الامن رحم ربی اور یہ مذکورہ آیتِ کریمہ اس بارے میں نص صریح ہے اور اُمتِ مسلمہ میں شرک نہ پائے جانے کا دعویٰ سراسر باطل ہے اور قرآن کے خلاف ہے۔

2 جیسا کہ ایک اور مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

﴿وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾ (الحج:۳۰،۳۱)

''اور تمہارے لیے حلال کیے گئے ہیں بے زبان چوپائے سوا ان کے جن کی ممانعت تم پر پڑھی جاتی ہے تو دور رہو بتوں کی گندگی سے، اور بچو جھوٹی بات سے ایک اللہ کے ہوکر کہ اس کا ساجھی کسی کو نہ کرو اور جو اللہ کا شریک کرے، وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اُچک لے جاتے ہیں یا ہوا اُسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔'' (ترجمہ: از احمد رضا خان بریلوی، کنز الایمان)

(ا) اس آیتِ کریمہ میں بھی مخاطب مسلمان ہیں۔

جسٹس (ر) پیر کرم شاہ ازہری بھیروی راقم ہیں:

''مسلمانوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ یہ بت جن کو مشرکین نے اپنا معبود بنایا ہوا ہے یہ تو سراسر نجاست اور غلاظت ہیں، ان سے دور بھاگو۔''

نیز فرماتے ہیں: ''شرک سے منہ موڑ کر کمال یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاؤ کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نہ ذات میں اور نہ صفات میں'' (ضیاء القرآن: ۳/۲۱۲،۲۱۳)

(ب) امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

وَثن بت ہے خواہ سونے، چاندی کی مورتی ہو یا کسی اور چیز کا مجسمہ۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر وہ چیز جس کی عبادت کی جائے وہ وثن ہے خواہ بت ہو یا کوئی اور چیز۔ (التمھید: ۵/۴۵)

(ج) کیا ان اصحاب کے نزدیک وثن کی عبادت بھی شرکِ اکبر نہیں ہے؟

(د) کیا مسلمانوں کو ایسی چیز سے بچنے کا پابند و مکلّف بنایا جارہا ہے جس کے وجود کا ان میں امکان بھی نہیں؟ جیسا کہ فرشتوں کو مکلّف بنانا کہ وہ نہ کھائیں، نہ پئیں اور نہ قضاے حاجت کریں۔

3 انبیاء علیہم السلام سے شرک کا صدور ناممکن ہے، وہ اس سے پاک ہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے شرک کی قباحت و برائی کو بیان کرنے اور اُمتیوں کو سمجھانے کے لیے اٹھارہ انبیا ورُسل علیہم السلام کا ذکر کرکے فرمایا:

﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الانعام:۸۸)

''اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا۔''

(ترجمہ: از احمد رضا خان بریلوی، کنزالایمان)

جناب غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب رقم طراز ہیں:

''پھر فرمایا (بہ فرضِ محال) اگر ان نبیوں اور رسولوں نے بھی شرک کیا تو ان کے نیک اعمال ضائع ہوجائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک کی آمیزش کے ساتھ کسی نیک عمل کو قبول نہیں فرماتا اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں کے لیے تعریض ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام سے بھی اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا کہ اگر اُنہوں نے بالفرض شرک کیا تو ان کے نیک عمل ضائع ہوجائیں گے تو ان کی اُمتیں کس گنتی، شمار میں ہیں۔'' (تبیان القرآن:۵۷۹/۳)

4 اسی طرح ایک اور مقام پر نبی پاک ﷺ سے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِينَ﴾ (الزمر:۶۵)

''اور بیشک وحی کی گئی آپ کی طرف اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے تھے کہ اگر (بفرضِ محال) آپ نے بھی شرک کیا تو ضائع ہوجائیں گے آپ کے اعمال اور آپ بھی خاسرین میں سے ہوجائیں گے۔'' (ترجمہ از جسٹس (ر) پیر کرم شاہ ازہری، ضیاء القرآن:۲۸۱/۴)

غلام رسول سعیدی بریلوی رقم طراز ہیں:

''اس آیت میں تعریض ہے۔ ذکر آپ کا ہے اور مراد آپ کی اُمت ہے یعنی اگر بالفرض آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہوجائیں گے تو اگر آپ کی اُمت کے کسی شخص نے شرک کیا تو اس کے اعمال تو بطریق اولیٰ ضائع ہوجائیں گے۔ (تبیان القرآن:۲۹۳/۱۰)

5 ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾

''تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اُسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔'' (ترجمہ از کنز الایمان، سورۃ الکہف:۱۱۰)

(ا) نعیم الدین مراد آبادی بریلوی اس آیت کے تحت راقم ہیں:

''شرکِ اکبر سے بھی بچے اور ریا سے بھی جس کو شرکِ اصغر کہتے ہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

(خزائن العرفان،سورۃ الکہف،آیت نمبر۱۱۰ حاشیہ نمبر۲۲۴)

(ب) اس آیت ِکریمہ کی ریا یعنی شرکِ اصغر کے ساتھ تخصیص کرنے والوں کو نعیم الدین مراد آبادی کا مندرجہ بالا بیان اور اپنا درج ذیل اُصول یاد رہنا چاہیے۔

احمد رضا خان صاحب بریلوی راقم ہیں:

''اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گے، بے دلیلِ شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اُٹھ جائے۔ نہ اَحادیثِ آحاد اگرچہ کیسے ہی اعلیٰ درجے کی ہوں، عمومِ قرآن کی تخصیص کرسکیں بلکہ اس کے حضور مضمحل ہوجائیں گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ:۲۹/۴۸۸)

مزید فرماتے ہیں: ''عموم آیاتِ قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبارِ آحاد سے استناد محض غلط ہے۔'' (فتاوی رضویہ:۲۹/۴۸۹)

(ج) یہ آیت ِکریمہ اُمت ِمحمدیہ کے مسلمانوں کے بارے میں ہے، کیونکہ مشرکین عرب تو یوم آخرت اور حشر ونشر پر ایمان رکھتے ہی نہیں تھے۔

6 اللہ تبارک ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ (یوسف:۱۰۶)

''اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود بھی شرک ہی کرتے ہیں۔''

(ترجمہ: از مولانا غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن:۵/۸۷۵)

(ا) یہ آیت ِکریمہ بھی اس بارے میں نص صریح ہے کہ

''لوگ ایمان لانے کے باوجود بھی شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔''

(ب) حالانکہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود مانتا ہے نہ اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات مانتا ہے اور نہ اس کو مستحق عبادت قرار دیتا ہے لہٰذا شرک کے پائے جانے کے لیے اور کسی کے مشرک ہونے کے لیے یہ شرط درست نہیں ہے۔

(ج) علامہ سید محمود آلوسی حنفی، اس آیت ِکریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومن أولئك عبدة القبور الناذرون لها، المعتقدون للنفع والضرّ ممن الله تعالىٰ أعلم بحاله فيها وهم اليوم أكثر من الدود(روح المعاني:۱۳/۶۷)

’’اور انہی میں سے ایک گروہ قبر پرست لوگوں کا ہے جو ان کیلئے نذر مانتے ہیں اور ایسے لوگوں سے نفع ونقصان کا اعتقاد رکھتے ہیں جن کے بارے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ قبروں میں ان کی کیا حالت ہے اور ایسا کرنے والے لوگ تو آج کل کیڑوں مکوڑوں سے بھی زیادہ ہیں۔‘‘

یاد رہے کہ اگر قبر پرستی بھی شرکِ اکبر نہیں ہے تو پھر کیا اُن کا جرم یہ ہے کہ وہ بت کو کھڑا کرکے پوجتے ہیں اس لیے شرک اکبر کے مرتکب ٹھہرے اور یہ دفن کرکے پوجنے سے شرک اکبر کی تعریف سے نکل جائیں۔ سبحان اللہ! اور آستانوں اور مزارات پر اس کا مشاہدہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

(د) علامہ آلوسی حنفی تو قبروں کے لیے نذر و نیاز ماننے والوں اور قبروں والوں سے نفع ونقصان کا اعتقاد رکھنے والوں کو اسی آیت کریمہ کے تحت قبر پرست قرار دے کر ایسی آیت ان پر فٹ کرتے ہیں۔ (اور ان کو مشرک سمجھ رہے ہیں اور مشرک کہہ رہے ہیں)

(ہ) اور اس دور کی جاہلیتِ جدیدہ کے ان جدید مفکرین کی طرح اس آیتِ کریمہ کو بتوں، ریا کاری یا قربِ قیامت کے متعلق کہہ کر ردّ نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو کفار کے ساتھ خاص قرار دیتے ہیں۔

(ح) پیر سید نصیر الدین گولڑوی سجادہ نشین درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف فرماتے ہیں:

﴿وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُمْ مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ﴾ (الروم:۳۳)

’’اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے ربّ کو پکارتے ہیں اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے پھر جب وہ اُنہیں اپنے پاس سے رحمت کا مزہ دیتا ہے جبھی اُن میں سے ایک گروہ اپنے ربّ کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے۔‘‘ (ترجمہ کنز الایمان)

کیا یہ دونوں آیتیں ہم میں سے اکثر سنی کہلوانے والے محبانِ بزرگانِ دین کے نظریہ وفکر اور طرزِ عمل کی نشاندہی نہیں کررہیں؟ بارہا مشاہدہ میں آیا کہ جب کسی خوش عقیدہ اور زائد از ضرورت عقیدت مند کو کوئی فائدہ پہنچتا یا خوشی نصیب ہوتی ہے تو فوراً کہہ اٹھتا ہے کہ یہ میرے مرشد کا کام ہے، لیکن جب کوئی مصیبت اور تکلیف آدبوچتی ہے تو کہنے لگتا ہے: اللہ کی مرضی...... (مزید لکھتے ہیں)

www.KitaboSunnat.com

''دیکھیں یہی باتیں مشرکین اصنام میں تھیں اور یہی آج کے اکثر عقیدت مند مسلمان کہلوانے والوں میں ہیں تو کیا ان پر وہ آیات خود فٹ نہیں آ رہیں؟'' (اعانت و استعانت: ص ۹۵،۹۶)

7 اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَإِنَّ الشَّيٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ﴾ (الانعام:۱۲۱)

''بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحث کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔'' (ترجمہ از غلام رسول سعیدی صاحب، تبیان القرآن:۳/۶۳۶)

(ا) اس آیتِ کریمہ میں مسلمانوں، کلمہ پڑھنے والوں، آپ کے امتیوں سے خطاب ہے۔

(ب) یہ آیتِ کریمہ بھی اس بارے میں نص صریح ہے کہ اُمتِ مسلمہ میں بھی شرک پایا جاسکتا ہے اور یہ کہ مسلمان بھی مشرک ہو سکتے ہیں۔

(ج) اور اسے قربِ قیامت کے ساتھ خاص بھی نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کی ریاکاری کے ساتھ تاویل ہوسکتی ہے۔

(د) اگر اُمتِ مسلمہ میں شرک نہیں پایا جاسکتا یا مسلمان شرک نہیں کرسکتے تو پھر إنکم لمشرکون اور وہ بھی تاکیداً کیوں کہا گیا؟

(ھ) جسٹس ریٹائرڈ پیر کرم شاہ ازہری صاحب راقم ہیں:

''اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال یقین کرتا ہے وہ مشرک ہوجاتا ہے۔'' (ضیاء القرآن:۱/۵۹۷)

(و) نعیم الدین مراد آبادی صاحب اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''کیونکہ دین میں حکم الٰہی کو چھوڑ دینا اور دوسرے حکم کا ماننا اللہ کے سوا اور کو حاکم قرار دینا شرک ہے۔'' (خزائن العرفان، حاشیہ سورۂ انعام، آیت:۱۲۱)

(ز) کوئی مسلمان، شیطان یا اس کے اولیا کو واجب الوجود مانتا ہے، نہ ان کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات مانتا ہے اور نہ ان کو مستحق عبادت قرار دیتا ہے لیکن اس کے باوجود اللہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔'' (الانعام:۱۲۱)
تو معلوم ہوا کہ شرک کے پائے جانے یا کسی کے مشرک ہونے کے لیے یہ شرط لگانا غلط ہے اور قرآنِ پاک کے خلاف ہے۔

8 اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ﴾ (یس:۶۰،۶۱)

''اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری بندگی کرنا، یہ سیدھی راہ ہے۔'' (ترجمہ: از احمد رضا خان بریلوی، کنزالایمان)

نعیم الدین مراد آبادی بریلوی رقم طراز ہیں:

''اس کی فرمانبرداری نہ کرنا اور کسی کو عبادت میں میرا شریک نہ کرنا۔''

(خزائن العرفان، سورۂ یس: حاشیہ نمبر ۷۷،۷۸)

غلام رسول سعیدی بریلوی رقم طراز ہیں:

''اور شیطان کی عبادت سے مراد ہے، شیطان کے احکام پر عمل کرنا اور اس کے قدم بہ قدم چلنا۔'' (تبیان القرآن:۹/۷۰۳)

کیا کوئی بھی عقل مند یہ کہہ سکتا ہے کہ شیطان کی عبادت بھی شرک نہیں ہے اور لوگوں میں اس کا وجود نہیں ہے؟ حالانکہ کوئی بھی شیطان کو واجب الوجود، اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات اور اس کو مستحق عبادت قرار دینے والا نہیں۔

معلوم ہوا کہ شرک کے پائے جانے کے لیے یہ شرط درست نہیں ہے اس سے تو شیطان کی عبادت بھی شرک ثابت نہیں ہوگی۔

9 اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبہ:۳۱)

''اُنہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو اور انہیں حکم نہ تھا مگر یہ کہ ایک اللہ کو پوجیں اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، اُسے پاکی ہے ان کے شرک

www.KitaboSunnat.com

سے۔'' (ترجمہ: از احمد رضا خان بریلوی، کنز الایمان)

جسٹس (ر) پیر کرم شاہ ازہری سجادہ نشین بھیرہ شریف اسی آیتِ کریمہ کے تحت راقم ہیں:

''حضرت عدی بن حاتم پہلے عیسائی تھے۔ اب اُنہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اُنہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہم تو انہیں ربّ نہیں مانتے تو قرآن کی اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ حضورِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ حلال چیزوں کو حرام اور حرام چیزوں کو حلال کردیتے تو کیا تم ان کی ان باتوں کو نہیں مانتے تھے۔ عدی نے عرض کی کہ ایسا تو ہم کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہی ان کو ربّ ٹھہرانا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اگر کوئی حرام کردے یا ان کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دے تو اس نے گویا تشریع قانون سازی جو صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جن لوگوں نے اس کی ان باتوں کو مان لیا، گویا انہوں نے اس کی خدائی کو تسلیم کرلیا۔'' (ضیاء القرآن: ۱۹۸/۲)

اور غلام رسول سعیدی صاحب بھی اسی آیت کریمہ کے تحت حضرت عدیؓ والی مذکورہ بالا حدیث کو بحوالہ سنن ترمذی: ۳۰۹۵ درج کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

''قرآنِ مجید کی اس آیت اور اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مقابلہ میں اپنے کسی دینی پیشوا کے قول کو ترجیح دینا اور اس پر اصرار کرنا اس دینی پیشوا کو خدا بنا لینا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی صریح حدیث کے مقابلہ میں اپنے کسی دینی پیشوا کو ترجیح دینا اس کو رسول کا درجہ دینا ہے۔''

نیز فرماتے ہیں:

''لیکن اس زمانہ میں ہم نے دیکھا کہ اگر کسی شخص کے دینی پیشوا کے کسی قول کے خلاف قرآن اور حدیث کتنا ہی کیوں نہ پیش کیا جائے وہ اپنے دینی پیشوا کے قول کے ساتھ چمٹا رہتا ہے اور کہتا ہے کیا یہ قرآن کی آیت اور یہ حدیث ان کو معلوم نہیں تھی اور وہ قرآن اور حدیث کو تم سے زیادہ جاننے والے تھے۔'' (تبیان القرآن: ۱۲۲/۵)

(۱) قرآن وسنت کے مقابلہ میں کسی کی بات ماننا اس کو ربّ قرار دینا ہے یہی بات پیر کرم شاہ ازہری اور مولانا غلام رسول سعیدی نے بھی بیان کی ہے، حالانکہ کوئی بھی انہیں واجب

www.KitaboSunnat.com

الوجود یا ان کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات یا ان کو مستحق عبادت قرار نہیں دیتا، لہٰذا شرک کے پائے جانے کے لیے یہ شرط درست نہیں ہے۔

(ب) پیر صاحب اور مولانا صاحب نے اس آیتِ کریمہ اور حدیثِ مبارکہ کو یہود و نصاریٰ کفار تک محدود کرنے یا قربِ قیامت کے ساتھ خاص قرار دے کر ردّ کر دینے کا موقف نہیں اپنایا تھا جو آج کے ان جدید مفکرین کی زبان پر گردان کی طرح جاری وساری ہے۔

(ج) کیا مسلمان اس معاملہ میں یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر نہیں چل سکتے؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ تو فرماتے ہیں کہ

تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔ بالشت کے برابر بالشت اور ہاتھ کے برابر ہاتھ حتیٰ کہ اگر وہ سانڈھے کی بل میں داخل ہوئے تھے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، یہود و نصاریٰ؟ آپ ﷺ نے فرمایا اور کون؟

(صحیح بخاری: ۷۳۲۰، صحیح مسلم: ۲۶۶۹)

(د) اور غلام رسول سعیدی صاحب نے تو اس زمانہ میں بھی ایسے لوگوں کو دیکھ لیا ہے جو اپنے بزرگوں کو ربّ بنائے بیٹھے ہیں لیکن شاید آج کے ان جدید مفکرین کے نزدیک اللہ کے سوا کسی کو ربّ بنانا بھی شرکِ اکبر نہ ہو؟ یا ممکن ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک یہود و نصاریٰ میں بھی شرکِ اکبر نابود ہو؟

⑩ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ (النساء:۴۸)

''بلا شبہ اللہ شرک کو کبھی معاف نہ کرے گا اور اس کے علاوہ وہ جسے چاہے معاف کر دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا اس نے بہتان باندھا اور بہت بڑا گناہ کیا۔''

(ا) ایسے گناہ جن سے مؤمن توبہ کیے بغیر ہی مر جائیں، لیکن شرک پر موت نہ آئی ہو، تو اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے گا، سزا دیئے بغیر اس کو معاف فرما دے گا اور جس کو چاہے گا سزا دینے کے بعد اور بعض کو نبی کریم ﷺ کی شفاعت پر معاف فرما دے گا۔

(ب) لیکن اگر بغیر توبہ کے مرگیا تو شرک کسی صورت معاف نہیں ہوگا بلکہ ایک اور مقام پر فرمایا کہ

﴿إِنَّهُ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (المائدۃ:۷۲)

''بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

(ج) یہود و نصاریٰ اگر بالفرض شرک نہ کریں تو پھر بھی آپ ﷺ کی بعثت کے بعد آپ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ہی کافر اور اَبدی جہنمی ہیں جیسا کہ صحیح مسلم:۱۵۳ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث اس پر نص قطعی ہے۔ لہٰذا جنت میں داخل ہوجانے، شفاعت اور اس آیت میں مذکور معافی کی سعادت وخوشخبری ان کے لیے نہیں ہے۔

(د) معلوم ہوا کہ شرک نہ کرنے کی صورت میں جنت میں داخل ہوجانے، شفاعت اور اس آیتِ کریمہ میں مذکور معافی کی سعادت و خوشخبری، آپ ﷺ کی بعثت کے بعد صرف آپ ﷺ کی اُمت کے موحدین کے ساتھ ہی خاص ہے اور آپ ﷺ کی اُمت میں سے شرک کے مرتکب لوگ اس سے محروم رہیں گے اور یہ کہ اس اُمت میں بھی شرک پایا جاتا ہے۔

اور مندرجہ ذیل احادیث بھی اس پر نص قطعی ہیں:

- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا ہوتی ہے اور ہر نبی نے اپنی یہ دعا اس دنیا میں جلد مانگ لی اور میں نے قیامت کے دن اپنی اُمت کی شفاعت کرنے کے لیے اس دعا کو محفوظ رکھا ہے:

«فهي نائلة إن شاء الله من مات من أمتي لا يشرك بالله شيئا»

''اور ان شاء اللہ میری یہ شفاعت میری اُمت کے ہر اس فرد کو شامل ہوگی جو شرک سے بچا رہے گا۔'' (صحیح مسلم:۱۹۹)

- اور ایک اور حدیث میں حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

«أتاني جبرائيل عليه السلام فبشرني أنه من مات من أمتك لا يشرك بالله شيئًا دخل الجنة» (صحیح بخاری:۱۲۳۷، صحیح مسلم:۹۴ واللفظ لہ)

''میرے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے بشارت دی کہ جو شخص آپ کی اُمت میں سے اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔''

مجددِ بریلویت جناب احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں:

''اللہ عزوجل، ابلیس کے مکر سے پناہ دے، دنیا میں بت پرستی کی ابتدا یوں ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں تبرکاً رکھیں اور ان سے لذت، عبادت کی تائید سمجھی، شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں۔'' (فتاویٰ رضویہ:۵۷۳/۲۴)

- حضرت جندبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی وفات سے پانچ روز پہلے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اور اس کے آخر میں ہے:

«ألا وإن من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور أنبيائهم وصالحهم مساجد ألا فلا تتخذوا القبور مساجد إني أنهاكم عن ذلك» (صحیح مسلم:۵۳۲)

''سنو! تم میں سے پہلے لوگ اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ سنو! میں تم کو اس سے روکتا ہوں۔'' (ترجمہ از غلام رسول سعیدی بریلوی، شرح صحیح مسلم:۷۶/۲)

امام ابن الجوزیؒ راقم ہیں:

"إن أصل عبادة الأوثان والأصنام من تعظيم قبور الأولياء والصالحين ولهٰذا نهى الشارع ﷺ عن تعظيم القبور والصلاة عندها والعكوف عليها فإن ذلك هوالذي أوقع الأمم الماضية بالشرك الأكبر (تذكرة أولي البصائر في معرفة الكبائر، ص۲۱)

''بلاشبہ بتوں کی عبادت کی اصل وجہ ولیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کی تعظیم ہے اس لیے شارع ﷺ نے قبروں کی تعظیم کرنے، اُن کے پاس نماز پڑھنے اور ان پر مجاور بن کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے، بلاشبہ یہی وہ چیز ہے جس نے سابقہ امتوں کو شرک اکبر میں مبتلا کر دیا تھا۔''

- حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس بیماری میں

www.KitaboSunnat.com

فرمایا جس سے آپ ﷺ صحت یاب نہیں ہوئے:

«لعن الله اليهود والنصارٰى إتخذوا قبور أنبيائهم مساجد لولا ذلك أُبرز قبره غير أنه خشي أو خشى أن يتخذ مسجدًا» (صحیح بخاری:۱۳۹۰،مسلم:۵۲۹)

''اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا، اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر کو ظاہر کر دیا جاتا، لیکن آپ کو ڈر تھا کہ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیا جائے گا۔''

غلام رسول سعیدی بریلوی ''نبیوں کی قبروں کی عبادت کی ابتدا کیسے ہوئی اور کسی ممنوع کام کا ذریعہ اور اس کا دروازہ بند کرنا'' کی موٹی سرخی کے تحت علامہ ابوالعباس احمد بن عمر قرطبی (متوفی ۶۵۶ھ) سے ایک طویل عبارت نقل کرتے ہیں جس کے آخر میں ہے کہ

''اسی وجہ سے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر انور پر آپ کی عبادت کا ذریعہ قطع کرنے میں بہت مبالغہ کیا اور آپ کی قبر کی دیواروں کو بہت اونچا کر دیا اور ان میں داخلہ کو مسدود کر دیا۔ پھر ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں آپ کی قبر کو قبلہ نہ بنا لیا جائے تو اُنہوں نے قبر کے دو رکنوں پر دو دیواریں بنا دیں حتیٰ کہ کسی شخص کے لیے نماز میں عین قبر کی طرف منہ کرنا ممکن نہ ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا کہ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کو ظاہر کر دیا جاتا۔'' (المفهم:۱۲۸/۲،نعمة الباري:۱۹۰/۲)

- حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

لما نَزَل برسول الله ﷺ طفق يطرح خميصة له على وجهه فاذا اغتم بها كشفها عن وجهه فقال وهو كذلك لعنة الله على اليهود والنصارٰى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد يحذر ما صنعوا (بخاری:۴۳۵،مسلم:۵۳۱)

''جب رسول اللہ ﷺ پر مرض الموت نازل ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے چہرے پر سیاہ منقش چادر ڈالی۔ پھر جب آپ اس چادر سے تنگی محسوس کرتے تو آپ اس چادر کو چہرے سے ہٹا دیتے۔ پھر اسی حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو مساجد بنا دیا آپ ان کے کیے ہوئے کاموں سے ڈرا رہے تھے۔'' (ترجمہ از غلام رسول سعیدی بریلوی، نعمة الباري:۲۰۳/۲)

جناب غلام رسول سعیدی بریلوی راقم ہیں کہ

''بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ تاریخ میں اس کا ثبوت نہیں ہے کہ یہودیوں نے کسی نبی کی قبر کی پرستش کی ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ کتبِ تاریخ میں کسی واقعہ کے مذکور نہ ہونے سے اس واقعہ کی نفی لازم نہیں آتی جب کہ ہمارے نزدیک کتبِ تاریخ کی بہ نسبت کتبِ احادیث معتبر ہیں۔'' (نعمة الباري:۲/۲۰۴)

دیکھیں پہلی اُمتوں کے لوگوں نے اپنے انبیا وصلحا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، ان کو قبلہ قرار دیا، ان کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھیں اوران کی پرستش کی جبکہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ایسے کاموں سے ڈرایا، روکا اور صحابہؓ نے اسی خطرے کے پیش نظر آپ ﷺ کی قبر کو کھلا نہیں چھوڑا بلکہ مسلمانوں نے آپ ﷺ کی قبر پر آپ کی عبادت کا ذریعہ قطع کرنے کے لیے مندرجہ بالا اقدامات کئے۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اور صحابہؓ اس اُمت کے مسلمانوں کے شرک میں مبتلا ہونے سے بے خوف نہیں تھے، غور کریں۔ کیا یہود ونصاریٰ قبروں میں مدفون بزرگوں کو واجب الوجود مان کر یا ان کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات مان کر یا ان کو مستحق عبادت سمجھ کر ان کی پرستش کیا کرتے تھے؟ اور کیا ان قوموں میں بھی صرف شرکِ اصغر (ریاکاری) ہی پایا جاتا تھا ان میں شرکِ اکبر کے مرتکب لوگ نہیں تھے؟ اور کیا ان قوموں کے مشرکانہ عقائد وافعال اور شرکِ اکبر میں مبتلا ہونے کے اسباب و دواعی ان ہی کے ساتھ خاص تھے؟ اور کیا اس امت کے لوگ ان کے نقش قدم پر ایسا نہیں کرسکتے؟ جبکہ حدیث مبارکہ میں تو نبی پاک ﷺ کا فرمانِ مبارک بڑا ہی واضح ہے کہ

«لتتبعن سنن من قبلكم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتى لو دخلوا جحر ضبّ لاتبعتموهم» قلنا: يارسول الله! اليهود والنصارٰى؟قال: «فمن؟»

(صحیح بخاری:۷۳۲۰ واللفظ لہ، مسلم:۲۶۶۹)

''تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے جیسا کہ بالشت کے برابر بالشت اور ہاتھ کے برابر ہاتھ حتیٰ کہ اگر وہ سانڈھے کی بل میں داخل ہوئے تھے تو تم بھی ان کی اتباع کرو گے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہود ونصاریٰ؟ آپ نے فرمایا اور کون؟''

www.KitaboSunnat.com

کتاب وحکمت

ڈاکٹر قاری محمد طاہر☆

پاکستان میں طبع ہونے والی لغاتِ قرآنی

زبان دانی کے لیے لغت بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے ذریعے الفاظ کے معانی جاننے میں مدد ملتی ہے۔ عربی زبان کے حوالے سے لغت کی دو اَقسام ہیں:

① عام لغت ② قرآنی لغت

اگرچہ دونوں کا تعلق عربی زبان سے ہے، لیکن دونوں میں فرق ہے۔ عام لغت عربی زبان کے تمام الفاظ سے بحث کرتی ہے جبکہ قرآنی لغت کا تعلق صرف ان الفاظ سے ہوتا ہے جو قرآنِ مجید میں استعمال ہوئے ہوں۔ ضروری نہیں کہ قرآنِ مجید میں عربی کے تمام الفاظ ہی مستعمل ہوں، اس لیے لغتِ قرآنی کا موضوع محدود ہے۔ یعنی صرف ان الفاظ کی تشریح وتعبیر جو قرآن حکیم کی ۱۱۴ سورتوں میں وارد ہوئے ہیں۔

عام قدیم لغات میں لسان العرب، تاج العروس اور قاموس بہت شہرت کی حامل کتابیں ہیں۔ تاج العروس اصلاً قاموس کی شرح ہے، یہ لسان العرب کے بعد مرتب ہوئی۔ لہٰذا تاج العروس سب سے آخری لغت ہے۔ اس میں تمام قدیم لغات کا خلاصہ آ گیا ہے جو کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

اگرچہ لغت کی عام کتب سے بھی قرآنی الفاظ کے معانی معلوم کئے جا سکتے ہیں، تاہم خاص قرآنی الفاظ کے حوالے سے بھی اہل علم نے مستقل کتب لکھیں جن کو 'قرآنی لغات' کہا جاتا ہے۔ اس موضوع پر ماضی بعید میں جن اکابر نے کام کیا، ان میں زجاج، فرا، اخفش، ابوعبیدہ، ابن قتیبہ، ابوعمرو، زاہد ابن درید، ابوبکر ابن الانباری اور عزیز جیسے مشاہیر اہل علم شامل ہیں۔ یہ تمام کتب اس وقت ناپید ہیں۔ تاہم اس حوالے سے دستیاب قدیم ترین کتاب علامہ

☆ مدیر ماہنامہ التجوید، فیصل آباد...... فون: 0301-7031819

www.KitaboSunnat.com

راغبؒ اصفہانی کی ہے جو 'مفرداتِ امام راغبؒ' کے نام سے معروف ہے۔ اس کتاب کو علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اہم ترین کتاب قرار دیا ہے۔ اس کا پورا نام المُفردات في غرائب القرآن ہے۔ امام راغبؒ اصلاً اصفہان کے رہنے والے تھے۔ ان کا سن ولادت بھول بھلیوں کا شکار ہے۔ البتہ ان کا انتقال ۵۰۲ھ میں ہوا اور ان کا بیشتر زمانہ بغداد میں گزرا۔ امام راغب اصفہانیؒ کا پورا نام شیخ ابوالقاسم حسین بن محمد بن افضل ہے۔ آپ راغب اصفہانیؒ کے نام سے معروف ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کا تذکرہ طبقات المفسرین میں کیا ہے۔ جبکہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے موصوف کو لغت ونحو کا امام بھی کہا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر اہل قلم نے بھی ان کو مختلف علوم وفنون کا امام قرار دیا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام راغب جامع الصفات بلکہ ہمہ صفات علمی شخصیت تھے۔ آپکی چند اہم تالیفات حسب ذیل ہیں:

① محاضرات الأدباء
② جامع التفسير
③ حل متشابهات القران
④ الذريعة إلىٰ مكارم الشريعة
⑤ درة التأويل في غرة التنزيل
⑥ تحقيق البيان في تأويل القران
⑦ كتاب احتجاج القراء
⑧ المفردات في غرائب القرآن

لیکن یہ بات مسلّم ہے کہ جو قبولیت المُفردات کو حاصل ہوئی، وہ دوسری کسی کتاب کو حاصل نہ ہوسکی۔ پاکستان میں اس کتاب کے اَن گنت ایڈیشن شائع ہوئے۔

یہ بات بھی پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ وہ تمام حضرات جنہوں نے لغات القرآن پر کام کیا ہے، وہ سب اس میدان میں مفردات امام راغب کی اہمیت کے قائل ہیں۔ بلکہ ہر ایک نے اپنی لغت کی بنیاد اسی کتاب پر رکھی ہے۔ چنانچہ لغات القرآن کے مؤلف عبدالرشید نعمانی جن کو یہ دعویٰ ہے کہ ان کی لکھی 'لغات القرآن' اُردو زبان کی پہلی کتاب ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''الفاظِ قرآن کے معانی اور ان کی تحقیق میں میرا جو کچھ سرمایہ ہے، وہ بڑی حد تک امام راغب اصفہانی کی کتاب مفردات غریب القرآن ہے۔''①

اسی طرح مؤلفِ لسان القرآن مولانا محمد حنیف ندوی نے لکھا ہے کہ

① لغات القرآن: ۵/۱

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے زیرِ غور تشریح کے ضمن میں مستند تفاسیر کتب اَحادیث اور اُمہاتِ لغت سے بھی خاصی مدد لی ہے۔جن میں تاج العروس، لسان العرب، مقاییس اللغة، اَساس البلاغہ اور مفرداتِ امام راغبؒ سرفہرست ہیں۔''②

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآنی لغت کے بارے میں قدیم ترین دستیاب علمی کتاب مفردات القرآن ہی ہے۔جس کے مؤلف حضرت امام راغب اصفہانیؒ ہیں اور قرآنی الفاظ کے معانی متعین کرنے کے لیے عموماً علما اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

تاہم اس موضوع پر دیگر اہلِ علم نے بھی قلم اٹھایا ہے۔ان میں چند کتب کا تذکرہ ذیلی سطور میں لکھا جاتا ہے۔یاد رہے کہ ہم نے اس موضوع کے حوالے سے بحث کو محدود رکھا ہے اور صرف ان کتب کا ذکر کیا ہے جو کہ پاکستان میں طبع ہوئیں:

① لغات القرآن مع فہرستِ الفاظ

یہ کتاب مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کی تالیف ہے۔ جسے مکتبہ حسن سہیل، لاہور نے شائع کیا ہے۔مؤلف محمد عبدالرشید نعمانی کو اس بات کا اِدعا ہے کہ یہ اردو زبان میں لغاتِ قرآن پر پہلی کتاب ہے۔اس سے قبل اُردو زبان میں اس موضوع پر کوئی کتاب لکھی نہیں گئی۔ وہ لکھتے ہیں:

''معلوم ہے کہ اس قسم کی علمی اور تحقیقی تصنیف سے اس وقت تک اُردو زبان کا دامن یکسر خالی ہے۔''③

اس کتاب کی قدامت یا اَوّلیت کے بارے میں ہم حتمی رائے قائم نہیں کر سکتے، کیونکہ پیش نظر نسخے میں کسی جگہ سنِ طباعت مذکور نہیں ہے۔تاہم ہماری معلومات کے مطابق لغت قرآنی کے حوالے سے ایک کتاب شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ نے لکھی۔اس کتاب کو مفتی ممتاز علی میرٹھی نے ۱۲۹۸ھ میں اپنے مطبع مجتبائی دہلی سے قرآنِ مجید کے حاشیہ پر طبع کیا تھا۔غالباً یہی تصنیف قرآنی لغت کے اعتبار سے پہلی قرار دی جاسکتی ہے،کیونکہ عبدالرشید نعمانی کا زمانہ بہت بعد کا ہے جبکہ شاہ عبدالقادرؒ کا دورِ حیات قدیم ہے۔عبدالرشید نعمانی عقلی طور پر اس دور کو نہیں پہنچ پاتے۔④

② لغات القرآن:۱/۱۳ ③ لغات القرآن:۱/۳ ④ قاموس القرآن: ص۱۰

www.KitaboSunnat.com

یہ قرآنِ مجید میں مذکور ہر لفظ کے لغوی معنی پر بحث کرتے ہیں اور پھر ساتھ ہی اس لفظ کے بارے میں ان مقامات کی نشاندہی بھی کرتے ہیں کہ جہاں جہاں وہ لفظ استعمال ہوا ہے۔اس معاملے میں اُنہوں نے نجوم الفرقان کو بنیاد بنایا ہے جو ملاّ مصطفیٰ ابن سعید کی تالیف ہے۔اسے اسلامی اکادمی، لاہور نے ۱۹۷۹ء میں شائع کیا۔صاحبِ لغات القرآن نے بعض پہلے سے متداول قرآنی لغات کے اَسقام کا بھی ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے قاری کو دشواری پیش آتی تھی۔ اُن کا کہنا ہے کہ اُنہوں نے ان اسقام کو دور کر دیا ہے۔اس طرح الفاظ کی تلاش میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔چنانچہ اُنہوں نے ہر لفظ سے متعلق پارہ اور رکوع کا حوالہ درج کر دیا ہے۔ وہ علامت پارہ کے لیے (ب یا پ) کا نشان لکھتے ہیں اور اس کے اوپر مذکورہ پارہ کا عدد تحریر کرتے ہیں۔مثلاً ب۳ کا مطلب ہوگا تیسرا پارہ اور اس کے نیچے پارہ کا رکوع لکھا ہوگا۔یعنی (ب۳/۶) اس کا مطلب ہے: تیسرے پارے کا چھٹا رکوع۔

اگرچہ اسی انداز کی ایک فہرست نُجوم الفرقان کے نام سے بھی موجود ہے جو عرصہ سے اہل علم میں متداول رہی ہے، لیکن صاحبِ لغات القرآن عبدالرشید نعمانی کا کہنا ہے کہ اس میں بعض الفاظ ملتے ہی نہیں۔اس سلسلے میں اُنہوں نے چند الفاظ کی مثال دی ہے کہ وہ اس میں نہیں ہیں۔لہٰذا اُنہوں نے تمام الفاظ کو الگ الگ لکھنے کا اہتمام کیا ہے۔[۵]

'لغات القرآن' میں الفاظِ قرآنی کے لغوی معانی سے بھی بحث کی گئی ہے اور ساتھ ہی الفاظ کی فہرست بھی دی گئی ہے۔اس طرح لغاتُ القرآن میں لغوی معانی کے ساتھ ساتھ مقامات کی نشاندہی بھی موجود ہے۔درج ذیل مثالیں ملاحظہ ہوں:

اَسْلَمُوْا وہ تابع ہوئے، وہ حکم بردار ہوئے، مسلمان ہوئے۔

اسلام سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ب۳/۱۰، ب۶/۱۱، ب۲۶/۱۴[۶]

ان تمام علامات سے مراد ہے کہ لفظ اَسْلَمُوْا قرآن مجید میں تین مقامات پر استعمال ہوا۔ یعنی تیسرے پارے کے دسویں رکوع میں، چھٹے پارے کے گیارھویں رکوع میں اور چھبیسویں پارے کے چودھویں رکوع میں۔اسی طرح:

---

⑤ لغات القرآن: ۱/۶ ⑥ لغات القرآن: ۱/۹۴

www.KitaboSunnat.com

اَسۡمِعۡ کیا خوب سنتا ہے۔قرآن مجید میں فعل تعجب ہوکر مستعمل ہوا۔

آیت شریفہ اَبۡصِرۡبه وَاَسۡمِعۡ (کیا خوب دیکھتا اورسنتا ہے) میں ہے۔ب۱۵/۱۶ ⑦

کہیں کہیں صاحب ِلغات القرآن الفاظ کے معانی بیان کرنے پر ہی اکتفا نہیں بلکہ تشریح وتوضیح میں بھی بہت دور تک چلے جاتے ہیں۔جس کی وجہ سے الفاظ کے معانی تلاش کرنے والے کو بہت سی زائد معلومات غیر مطلوب انداز میں ملتی ہیں۔اس سے معلومات میں اضافہ تو یقیناً ہوتا ہے تاہم قاری کی طبیعت پر کچھ زائد از ضرورت بوجھ بھی پڑتا ہے۔مثلاً موصوف نے لفظ اسمٰعیل کے ذیل میں طویل بحث کی ہے۔اور حضرت اسمٰعیلؑ کا پورا واقعہ تفصیل سے درج کیا ہے جوتقریباً سات صفحات تک ممتد ہے۔اصل مقصود اس لفظ کی نشاندہی سب سے آخر میں اس طرح مندرج ہے: ب ۱۶/۱۵۱، ب۱۷۳، ب ۳۶، ب۱۶۷، ب۱۶۷، ب ۶۱۷، ب۳۲۳ ⑧

ظاہر ہے ایسے مقامات پر لغات القرآن محض قرآنی لغت نہیں بلکہ قرآنی تفسیر محسوس ہوتی ہے۔جبکہ لغت القرآن کے طالب کا مقصود تو صرف الفاظ قرآنی کی لغوی بحث تک ہی محدود ہوتا ہے۔اس جگہ ہم یہ بات ضرور کہہ سکتے ہیں کہ صاحب ِلغات القرآن اپنے اس ادعا میں ضرور کامیاب رہے ہیں کہ

> ''ان شاء اللہ تعالیٰ عوام کے لیے الفاظ کا ترجمہ، متوسطین کے لیے ماخذِ اشتقاق، صیغوں کا تعین اورمعانی کی ضروری تشریح وتفصیل اور خواص کے لیے اس کے علمی مباحث دلچسپی کا باعث ہوں گے۔ایک مدرّس اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر قرآنِ مجید کا درس دے سکتا ہے۔ ایک طالبِ علم اس کے ذریعہ اُستاد کے دیئے ہوئے قرآنی سبق کو اچھی طرح یاد کرسکتا ہے اور ایک عام آدمی اس کے مطالعہ سے اپنی فہم کے مطابق قرآنِ مجید کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔'' ⑨

لیکن اس صورت میں اس کتاب کو محض لغات القرآن کا نام دینا شاید درست نہ ہو، کیونکہ یہ نام کتاب کے اہداف کو محدود کردیتا ہے۔جبکہ کتاب کے مندرجات اس حد بندی کی پابندی نہیں کرتے۔

---

⑦ لغات القرآن:۹۴/۱ ⑧ لغات القرآن:۹۵/۱ تا ۱۰۱ ⑨ لغات القرآن:۷/۱

www.KitaboSunnat.com

② لغات القرآن

یہ لغت چودھری غلام احمد پرویز کی تصنیف ہے۔آپ پاکستان میں اس مکتبِ فکر کے سرخیل خیال کیے جاتے ہیں جو اہل قرآن کہلاتا ہے اور حدیثِ رسول کو روایات قرار دے کر نظر انداز کردیتا ہے۔قرآن کی تشریح وتفسیر میں اَحادیث کو حجت خیال نہیں کرتا۔اسی لیے اس کتاب کے سرورق پر یہ تحریر مندرج ہے:''لغات القرآن ......قرآنی مطالب کا انسائیکلوپیڈیا''

جس میں قرآنِ کریم کے تمام الفاظ کے معانی و مطالب مستند کتبِ لغت کی بنیاد پر اس انداز سے متعین کئے گئے ہیں کہ قرآن جو تصورات پیش کرتا ہے، ان کا مکمل نقشہ سامنے آجائے اور اس کا صحیح مفہوم سمجھنے میں کوئی اُلجھاؤ پیدا نہ ہو۔[10]

اس کتاب کو ادارہ طلوع اسلام، ۲۵بی، گلبرگ، لاہور نے شائع کیا۔جو اس تحریک کا مرکز رہا ہے اور اب بھی ہے۔ یہ لغت پہلی مرتبہ مارچ ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی۔اس کتاب کے آغاز میں عربی گرامر کے کچھ بنیادی قواعد مندرج ہیں۔اس کے بعد قرآنِ مجید میں مستعمل الفاظ کی فہرست دی گئی ہے اور ان الفاظ کے سامنے اس لفظ کا مادہ اشتقاق بھی لکھ دیا گیا ہے۔تاکہ کسی لفظ کو تلاش کرنے والے شخص کے لیے اس لفظ کو ڈھونڈنا آسان ہو سکے۔عربی گرامر کی بحث صفحہ ا سے لے کر صفحہ ۳۷ تک ممتد ہے،لیکن عربی گرامر کی بحث سے قبل ۳۴ صفحات پر مشتمل پیش لفظ لکھا گیا ہے جس میں قرآن کریم کے معانی ومفہوم کو متعین کرنے کے طریق کار پر مفصل بحث کی گئی ہے۔جس کا خلاصہ صاحب کتاب ہی کے الفاظ میں اسطرح بیان ہوا ہے:

(الف)''سب سے پہلے متعلقہ لفظ کے مادہ کو دیکھا جائے کہ اس کا بنیادی مفہوم کیا ہے اور خصوصیت کیا۔اس مادہ کی شکلیں کتنی ہی کیوں نہ بدلیں، اس کی خصوصیت کی روح بالعموم ہر پیکر میں جھلکتی رہے گی۔

(ب)اس کے بعد دیکھا جائے کہ صحرانشین عربوں کے ہاں اس لفظ کا استعمال کس کس انداز میں ہوتا تھا۔ان کے استعمال کی محسوس مثالوں سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان کے ہاں اس مادہ کا تصور (Concept) کیا تھا۔واضح رہے کہ جب تک تصورات (Concepts) کا تعین

---

[10] لغات القرآن: جلد اوّل،سرورق

www.KitaboSunnat.com

نہ کیا جائے، الفاظ کا صحیح مفہوم سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ یہ وہ بنیادی اُصول ہے جس پر دورِ حاضرہ میں Semantics نے بڑی عمدہ روشنی ڈالی ہے۔ علم اللسان کے اس شعبہ کا مطالعہ، الفاظ کی روح تک پہنچنے میں بڑا ممد ومعاون ثابت ہوتا ہے۔

(ج) اس کے بعد یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآنِ کریم میں وہ لفظ کس کس مقام پر آیا ہے اور اس نے اسے کس کس رنگ میں استعمال کیا ہے۔ ان مقامات سے اس لفظ کا قرآنی تصور (Quranic Concept) سامنے آ جائے گا۔

(د) سب سے بڑی چیز یہ کہ قرآنِ کریم کی پوری تعلیم کا مجموعی تصور سامنے ہونا چاہئے اور اس بنیادی اُصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اس سے مفردات اور اصطلاحات کا مفہوم اس کی مجموعی تعلیم کے خلاف نہ جائے۔ اس لیے کہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ذہن کو خارجی اثرات سے الگ رکھ کر قرآن کا مطالعہ خود قرآن کی روشنی میں کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نور (روشنی) کہا ہے اور روشنی اپنے آپ کو دکھانے کے لیے خارجی مدد کی محتاج نہیں ہوتی۔''[11]

اس جگہ یہ بات خاص طور پر محل نظر ہے کہ صاحبِ کتاب اس بات کا دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ذہن کو خارجی اثرات سے الگ رکھ کر قرآن کا مطالعہ خود قرآن کی روشنی میں کیا جائے لیکن اس دعوے کے باوجود وہ خود اس کی پابندی نہیں کرتے بلکہ خارجی اثرات کی بجائے اپنے ذاتی تاثرات کو قرآنی الفاظ کی تعیین میں شامل کرتے چلے جاتے ہیں۔ جو بذاتِ خود خارجی اثر ہے۔ مثلاً وہ لفظ 'زکوٰۃ' کی توضیح میں لکھتے ہیں:

''قرآن کریم میں اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ کے الفاظ بار بار آئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآنی نظام کے یہی دوستون ہیں۔ اقامتِ صلوٰۃ کے مفہوم کے لیے (ص ل و کے عنوان میں) 'صلوٰۃ' کا لفظ دیکھئے۔ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس سے مراد ہے ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا جس میں افرادِ معاشرہ، قوانینِ خداوندی کا اتباع کرتے، اپنی منزل مقصود تک پہنچیں۔ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کا معاشرہ قائم کرنے سے مقصود کیا ہے؟ مقصود ہے 'ایتاے زکوٰۃ': ایتاء کے معنی ہیں دینا۔ اور (جیسا کہ آپ اوپر دیکھ چکے ہیں) زکوۃ کے معنی ہیں: نشوونما۔ یعنی نوعِ انسانی کی نشوونما (Growth) تا Development کا سامان بہم

[11] لغات القرآن: ۱/۱۷

www.KitaboSunnat.com

پہنچانا۔اس 'نشوونما' میں انسان کی طبعی زندگی کی پرورش اور اس کی ذات کی نشوونما، دونوں شامل ہیں۔سورۃ حج میں ہے کہ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ (الحج:۴۱) ''یہ (جماعت مؤمنین) وہ لوگ ہیں کہ جب اُنہیں زمین میں اقتدار حاصل ہوگا تو یہ اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کریں گے''۔ یعنی اسلامی مملکت کا فریضہ 'ایتائے زکوٰۃ' ہوگا یعنی دوسروں کو نشوونما دینا۔ اپنے افرادِ معاشرہ اور دیگر نوعِ انسان کی نشوونما کا سامان بہم پہنچانا۔اسی کے متعلق دوسرے مقام پر یہ ہے کہ مؤمن وہ ہیں هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ (۲۳/۴) جو زکوٰۃ (یعنی نوع انسانی کی نشوونما) کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔''

اب سوال یہ ہے کہ مملکت اسلامی (یا نظامِ خداوندی) اپنے اس عظیم فریضہ (نوعِ انسان کو نشوونما بہم پہنچانے کے فریضہ) کو سرانجام کس طرح دے گی؟ ظاہر ہے کہ اس مقصد کے لیے (اوّلاً) ذرائع پیداوار مملکت کی تحویل میں رہیں گے تاکہ وہ رزق کی تقسیم لوگوں کی ضرورت کے مطابق کر سکے اور (دوسرے یہ کہ) افراد معاشرہ جو کچھ کمائیں، وہ اسے اس طرح رکھیں کہ مملکت اس میں سے جس قدر ضرورت سمجھے، 'ایتائے زکوٰۃ' (دوسروں کی نشوونما) کے لیے لے۔اس مقصد کے لیے قرآن کریم نے نہ کوئی شرح مقرر کی ہے، نہ نصاب۔اس میں سوال ضرورت پوری کرنے کا ہے۔حتی کہ اس ضمن میں یہ بھی کہہ دیا کہ جو کچھ افراد کی ضرورت پورا ہونے کے بعد بچ جائے، عند الضرورت وہ سب کا سب مملکت کی تحویل میں لیا جاسکتا ہے۔ (دیکھئے:۲/۲۱۹) اس نقطۂ نگاہ سے دیکھئے تو مملکتِ اسلامی کی تمام آمدنی 'ایتائے زکوٰۃ' کے مقصد کو پورا کرنے کا ذریعہ ہوگی۔''⑭

✧ اسی طرح موصوف ج س د کے تحت لفظ اَلْجَسْدُ کی بحث میں لکھتے ہیں:

''حضرت سلیمانؑ کے بیٹے کو (جو جہانبانی کی اہلیت نہیں رکھتا تھا) جَسَدًا کہا ہے (۳۸/۳۴) یعنی محض گوشت کا لوتھڑا۔ بلکہ صرف دَابَّة (۳۴/۱۴)۔تورات میں (حضرت سلیمانؑ کے اس بیٹے أجعام کے متعلق) ہے:''اور اجعام کی سلطنت کے پانچویں برس ایسا ہوا کہ مصر کے بادشاہ سیق نے یروشلم پر چڑھائی کی اور اس نے خداوند کا خزانہ اور بادشاہ کے گھر کا خزانہ لوٹ لیا۔'' (نیز) ......''حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں ایک شخص یربعام نامی نے حیا کاہن کے ساتھ مل کر آپ کی سلطنت کے خلاف سازشیں کی تھیں۔اُس وقت تو وہ اپنی مساعی

⑭ لغات القرآن:۲/۸۰۹،۸۱۰

www.KitaboSunnat.com

میں کامیاب نہ ہو سکا،لیکن اجعام کے عہد میں اس نے بڑی قوت حاصل کر لی اور بنی اسرائیل کے دس اسباط کو اپنے ساتھ ملا کر اجعام کو شکست دی۔ اس نے بیت المقدس کے ہیکل کے مقابلے میں وہ بت خانے تعمیر کرائے، جہاں سونے چاندی کے بتوں کی پرستش ہوتی تھی۔'' (سلاطین ا/ باب ۱۴؛۱۲:۱۱)

حضرت سلیمانؑ کا یہی بیٹا (جانشین) ہے جسے قرآنِ کریم نے جیتے جاگتے انسان کے بجائے 'جَسَد' محض گوشت پوست کا مرکب کہہ کر اس کی نا اہلی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آیت (۳۸/۳۴) سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو اپنی زندگی ہی میں اس کا احساس تھا اور اُنہوں نے خدا سے دعا کی تھی کہ مملکت تخریبی اثرات سے محفوظ رہے۔''[۱۳]

یہاں صاحبِ لغت نے جَسَدًا کے معانی متعین کرنے کے لیے خود تورات کے متعین کردہ معانی کو صحیح قرار دیا حالانکہ تورات سے مدد لینا بذاتِ خود خارجی اثرات کا حصہ ہے۔

اس قسم کی مثالیں پوری لغت میں جا بجا موجود ہیں۔ جس سے صاحبِ لغات القرآن کا اپنی سوچ و فکر میں خارجی اثرات سے متاثر ہونے کا تاثر بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ چونکہ یہ مثالیں ایک جگہ نہیں بلکہ پوری کتاب میں جا بجا موجود ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کتاب محض کتابِ لغت نہیں بلکہ کچھ ذاتی فکر و سوچ کے فروغ کی کتاب بھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ پرویز کی 'لغات القرآن' اگرچہ اپنے موضوع کی اہم کتاب ہے جس میں اُنہوں نے خاصی عرق ریزی سے کام لیا ہے، تاہم یہ بات اپنی جگہ وزن رکھتی ہے کہ موصوف بہت سے مقامات پر متواتر تفسیر سے پہلو تہی کرتے محسوس ہوتے ہیں۔ ایک طرف تو وہ صحرا نشین عربوں کے ہاں کسی لفظ کے معنی کو بنیاد کی حیثیت دینے کا کہتے ہیں، دوسری طرف وہ، صحابہ کرامؓ نے کسی لفظ کے معنی کو کس انداز میں لیا ہے، اس سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس تواتر سے بھی پہلو تہی کرتے نظر آتے ہیں جو چودہ صدیوں سے متداول بھی ہے اور مسلّم بھی اور صحرا نشین بدوی کی تتبع میں دور تک نکل جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ رسالت مآب ﷺ سے منقول جو معنی متعین ہیں، ان کی بھی پیروی نہیں کرتے۔

---

(۱۳) لغات القرآن: ۱/۴۳۱،۴۳۲

www.KitaboSunnat.com

③ لغات القرآنی

یہ عزیز احمد کی تالیف ہے۔جس کو ادارہ لغات القرآن سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی نے شائع کیا ہے۔یہ مکمل قرآن کی لغات پر محیط نہیں ہے بلکہ صرف سورۃ الفاتحہ اورتیسویں پارہ میں مستعمل الفاظ پر مشتمل ہے۔آغاز میں ابتدائی بنیادی عربی صرف ونحو کے قواعد بیان کئے گئے ہیں۔سورۃ فاتحہ کے خواص وفضائل اور تیسویں پارے کی سینتیس سورتوں کا تعارف بھی شامل ہے۔اس طرح یہ محض لغتِ قرآن کے ساتھ ساتھ قرآن کی مختصر تفسیر وتشریح بھی ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں ان کو پروفیسر حافظ محمد یوسف مرحوم کا تعاون بھی حاصل رہا جو مدت العمر لائل پور (فیصل آباد) اور پھر راولپنڈی میں اِسلامیات کے پروفیسر رہے۔

④ لسان القرآن

یہ کتاب مولانا محمد حنیف ندویؒ کی تالیف ہے جو اہل حدیث مکتبِ فکر کے نمائندہ ہیں۔ لسان القرآن پہلی مرتبہ ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔ جسے معروف علمی ادارہ ثقافت اِسلامیہ، لاہور نے اہتمام سے شائع کیا۔مولانا حنیف ندوی نے لسان القرآن میں قرآنی الفاظ کے معانی کے تعین کے لیے تین پیمانے مقرر کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

’’ہمارے نزدیک فکر وتدبر کے تین پیمانے ہیں جو قرآن فہمی کے لیے از حد ضروری ہیں:

① عصر نبوت کا استحضار

② زبان عربی پر کامل عبور

③ قرآنِ حکیم سے بدرجہ غایت محبت وشغف۔‘‘[۱۴]

عصر نبوت کے استحضار کا مطلب اس دور کو سامنے رکھنا ہے جب قرآن نازل ہو رہا تھا اور ایک معیاری اسلامی معاشرہ کی تشکیل کر رہا تھا۔اُنہوں نے جن کتب سے اِستفادہ کیا ان میں تاج العروس،لسان العرب، مقاييس اللغة،أساس البلاغةاورمفرداتِ امام راغب سرفہرست ہیں۔ ان کا طریق کار یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے ہر لفظ کے مادہ کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر اس کے مشتقات اور طرق اِستعمالات ومحاورات کو بیان کرتے ہیں اور اس

---

[۱۴] لسان القرآن: ۱۹/۱

www.KitaboSunnat.com

کے بعد متعین اور راجح معانی کو واضح کرتے ہیں۔

اُنہوں نے جس تفسیری ادب کو سامنے رکھا، جن کتب سے مدد لی ان میں ابوالفرا اسمٰعیل حافظ ابن کثیر کی تفسیر القرآن جسے عموماً تفسیر ابن کثیر کہا جاتا ہے اور تفسیر کبیر علامہ رازی اور زمخشری کی کشّاف زیادہ راجح ہیں۔ ایک اور بات اُنہوں نے لکھی جوان کے فکری حصار کا بھی پتہ دیتی ہے۔ نیز ان کی فکری آزادی کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ہم ڈرتے ڈرتے اس حقیقت کے اظہار میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ صوفیا کبار، اہل اللہ اور ائمہ اہل بیت نے کہیں کہیں جو تفسیر و تعبیر کے جام وسبو چھلکائے ہیں، ان کو بھی ہم نے چکھا اور برتا ہے''۔ ⑮

مولانا محمد حنیف ندوی اپنی کتاب لسان القرآن میں مآخذ کے چار مدارج قائم کرتے ہیں:

① کتاب وسنت کی تصریحات
② صحابہ کرام وتابعین سے منقول توضیحات
③ آیت کا سیاق وسباق
④ مستند تفاسیر وکتب احادیث
⑤ کتبِ لغت

اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

''لسان القرآن کی ترتیب میں ہم نے مآخذ سے اس نہج پر استفادہ کیا ہے کہ اوّلاً زیر بحث لفظ کے بارے میں قرآن وسنت کی تصریحات پر نظر ڈالی جائے۔ اس کے بعد یہ دیکھا جائے کہ صحابہ وتابعین سے اس لفظ کی تفسیر وتوضیح کے سلسلے میں کیا منقول ہے اور خدانخواستہ اگر صحابہؓ و تابعینؒ سے بھی جستجو کے باوجود کوئی واضح اور متعین مفہوم سمجھ میں نہ آئے تو آیت کے سیاق و سباق سے رہنمائی حاصل کی جائے اور اس امر کی چھان بین کر لی جائے کہ یہ قرآنِ حکیم میں کہاں کہاں اور کن معانی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ مزید برآں ہم نے زیرِغور تشریح کے ضمن میں مستند تفاسیر، کتبِ اَحادیث اور اُمہاتِ لغت سے بھی خاصی مدد لی ہے۔'' ⑯

عصرِ نبوت کے استحضار کا مطلب، ان کے نزدیک یہ ہے کہ نزولِ قرآن کے زمانے کے حالات و واقعات کو سامنے رکھنا، کیونکہ وہ زمانہ اور قرآن آپس میں چولی دامن کا ساتھ رکھتے

⑮ لسان القرآن: ۱/۳۳
⑯ لسان القرآن: ۱/۳۰، ۳۱

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اس لیے دونوں کے باہم تعلق اور ماحول کو سامنے رکھے بغیر قرآن فہمی ممکن ہی نہیں رہتی۔ اسی طرح عربی زبان پر کامل عبور بھی ضروری ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

''عربی زبان پر عبور کے معنی یہ ہیں کہ اہل علم یہ جان سکیں کہ قرآن جس زبان میں نازل ہوا ہے، اس کا مزاج کیا ہے۔اس کی 'صرف' کیا ہے، اس کی 'نحو' کا انداز کیا ہے اور وہ احکام، عقائد اور مسائل کو کس نہج سے پیش کرتا ہے،اس میں تشبیہ، استعارہ اور کنایہ کا کہاں کہاں استعمال ہوا ہے۔ یہ واضح رہے کہ جب تک ہم زبان دانی کی اُس سطح پر آشنائی پیدا نہیں کرتے جس پر قرآنِ کریم اپنے مخصوص اُسلوب اور پیرایۂ بیان کے لحاظ سے فائز ہے اور اس زبان کے تیور اچھی طرح سمجھ نہیں پاتے، قرآنِ حکیم کے مطالب و دقائق تک ہماری رسائی ممکن نہیں۔''⑰

وہ مزید لکھتے ہیں:

''عربی زبان کی اہمیت،عظمت اور طرف طرازیوں کو جاننا ہمارے نزدیک اس لیے ضروری ہے کہ ہم عربی زبان کو صرف قالب یا فہم ادراک کا ایک ذریعہ اظہار ہی قرار نہیں دیتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآنِ حکیم میں مطالب و معانی کا جو بحرِ بے کراں موجزن ہے اس کو عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں اَدا ہی نہیں کیا جاسکتا ہے۔''⑱

فاضل مؤلف لسان القرآن میں ان مذکورہ مدارج کا خوب خیال رکھتے نظر آتے ہیں اور کسی لفظ کے معانی متعین کرتے ہوئے ان مدارج سے باہر نہیں نکلتے۔ چنانچہ لفظ جَسَد کی بحث میں لکھتے ہیں:

﴿ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ﴾ (صٓ:۳۴)

''اور ہم نے سلیمان کو امتحان میں ڈالا اور ہم نے ان کے تخت پر ایک اَدھورا جسم لا ڈالا۔ پھر انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا۔''

اس آیت کی تفسیر میں سلف سے متعدد روایات مذکور ہیں جو سراسر اِسرائیلیات کے قبیل سے ہیں اور ایسی ہیں کہ جن سے نبوت کا تصور بری طرح مجروح ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن کثیر، ابنِ حزم، قاضی عیاض، علامہ عینی اور دوسرے ائمہ اَحادیث وتفسیر رحمہم اللہ نے اُنہیں خرافات قرار

---

⑰ لسان القرآن:۱/۲۵ ⑱ لسان القرآن:۱/۲۸،۲۹

www.KitaboSunnat.com

دیا ہے۔قرآنِ حکیم سے صرف اتنا پتا چلتا ہے کہ اس واقعہ کا تعلق حضرت سلیمان کی آزمائش و ابتلا سے تھا اور جونہی حضرت سلیمان کو اس آزمائش میں اپنی خطا اجتہادی پر تنبیہ ہوئی، آپ بارگاہِ الٰہی میں جھک گئے اور مغفرت چاہی۔

اس آزمائش کی تفصیلات نہ قرآن نے بیان کی ہیں اور نہ احادیث میں اس کا کوئی تذکرہ ملتا ہے۔اس لیے صرف اس نکتہ پر اکتفا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو طرح طرح سے آزماتا رہتا ہے اور یہ مقربین ایسے ہیں کہ اگر ان سے اس اثنا میں کوئی بھول چوک ہو جائے تو مغفرت، توبہ اور انابت الی اللہ سے اس کی تلافی کا اہتمام کرتے ہیں۔''⑲

⑤ مترادفات القرآن

یہ کتاب مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ کی تالیف ہے جسے مکتبۃ السلام لاہور نے شائع کیا۔ ہمارے سامنے اس کا نقش سوم ہے جو اکتوبر ۱۹۹۹ء میں طبع ہوا۔قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۹۱ء میں منصۂ شہود پر آئی، کیونکہ لاہور کے قدیم ہفت روزہ 'الاعتصام' میں اس پر تبصرہ جنوری ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا۔کتاب خاصی ضخیم ہے اور ایک ہزار سے زائد صفحات پر ممتد ہے۔مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ اہل حدیث مکتب فکر کے جید عالم دین تھے۔علمی حلقوں میں ان کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے۔ان کا انتقال ۱۸/ دسمبر ۱۹۹۸ء کو ہوا۔کتاب کے دو ایڈیشن مرحوم کی حیات ہی میں طبع ہوئے جنہیں علمی حلقوں میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔

یہ بات مسلّم ہے کہ قرآن مجید کتاب ہدایت ہے اور تمام علوم وفنون کے سوتے بھی اسی سے پھوٹتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ یہ عربی زبان واَدب کا منبع بھی ہے۔لغت اور اَدب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس مصدر سے اپنی تسکین کا سامان حاصل کرتے ہیں۔قرآن مجید میں بہت سے الفاظ مترادفات کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔اگرچہ بظاہر ان کے معانی یکساں ہیں، لیکن جملے کی ساخت یا ادبی چاشنی کے طور پر معنویت میں کوئی نہ کوئی انفرادیت ضرور موجود ہوتی ہے۔لذت اَدب سے شناسا حضرات جب ان کی باریکیوں پر غور کرتے ہیں تو ان کو مزا بھی سوا ملتا ہے، لیکن اس موضوع پر علمی کام بہت کم ہوا۔بلکہ شاید یہ کہنا زیادہ

---

⑲ لسان القرآن: ۳۴۸/۱، ۳۴۹

www.KitaboSunnat.com

مناسب ہوگا کہ نہ ہونے کے برابر ـــــ اردو زبان تو ایک طرف شاید عربی زبان بھی اس حوالے سے تہی دامن ہے۔ مترادفات القرآن اس موضوع کی منفرد کتاب ہے۔ جس میں مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ نے اسی عنوان سے قابل قدر اور قابل ذکر محنت کی ہے۔ مترادفات القرآن انہی کی قلمی اور فکری کاوش کا مرقع ہے اور کافی ضخیم ہے۔

موصوف نے مختلف لغات اور مختلف تفسیری مواد سے مدد لے کر مترادف الفاظ کے معانی متعین کیے ہیں اور جملہ کی ساخت کے اعتبار سے موقعہ بہ موقعہ ان کے استعمال سے جو معنوی فرق پیدا ہوا اس کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے پندرہ مصادرات و ماخذات سے مدد لی ہے جو بذاتِ خود انتہائی محنت کی دلیل ہے۔

مترادفات القرآن کی خصوصیات کے بارے میں مؤلف مرحوم لکھتے ہیں :

''اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں آپ کو عربی زبان کی وسعت کا علم ہوگا وہاں آپ قرآن کی فصاحت و بلاغت سے بھی محظوظ ہوں سکیں گے۔ فصاحب کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ آپ بیان کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے موزوں ترین کون سا لفظ استعمال ہوسکتا ہے اور بلاغت یہ ہے کہ اپنا مافی الضمیر پورے کا پورا مختصر اور جامع الفاظ میں مخاطب کے سامنے پیش کر دیا جائے اور اس میں کوئی بات مبہم نہ رہ جائے۔ مترادف الفاظ کا فرق ذہن نشین کر لینے کے بعد آپ خود بھی محسوس کرنے لگیں گے گویا قرآن کے نئے معانی و مفہوم آپ کے ذہن میں اتر رہے ہیں اور آپ اس کی فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔''

مؤلف کتاب نے الف بائی عنوان کے تحت شروع میں ان الفاظ کی فہرست دی ہے جو مترادفات کے طور پر قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔ پھر آخر میں ان الفاظ کی وضاحت کی ہے۔ ایک مثال دیکھئے:

عنوان ہے طے کرنا راستے کو: اس عنوان کے تحت لکھا ہے کہ عَبَرَ اور قَطَعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

① عَبَرَ کا بنیادی معنی پانی سے گزر جانا ہے۔ خواہ تیر کر گزرا جائے، یا کسی سواری یا پل کے ذریعہ اور عَبَرَ النَّهْر نہر کے اس کنارہ کو کہتے ہیں جہاں سے اُتر کر نہر کو عبور کیا جا سکے۔

www.KitaboSunnat.com

اور عبرَ الْعینُ بمعنی آنسوؤں کا جاری ہونا اور اَلْعبرَات (جمع) بمعنی آنسو ہے (مف)
پھر اس کا استعمال ہر طرح کے راستے کو طے کرنے پر بھی ہونے لگا خواہ راستہ میں پانی ہو
یا نہ ہو۔ ارشادِ باری ہے: ﴿وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا﴾ (النساء:۴۳)
''اور جنابت کی حالت میں بھی (نماز کے قریب نہ جاؤ) یہاں تک کہ غسل کر لو مگر راہ چلتا
مسافر (کہ اگر اسے پانی نہ ملے تو تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہے۔''

② قَطَعَ کا بنیادی معنی کاٹنا اور الگ کرنا ہے اور قَطَعَ النَّھْرَ بمعنی نہر کو عبور کرنا۔ قَطَعَ السَّبِیْلَ بمعنی راہزنی اور قَطَعَ الوادي بمعنی کسی میدان کو طے کر جانا اور قَطَعَ الامر بمعنی کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے پروگرام طے کرنا ہے۔ گویا یہ لفظ راستہ طے کرنا کے معنوں میں بھی عَبَرَ سے اہم ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

﴿وَلَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ﴾ (التوبہ:۱۲۱)
''اور نہ ہی کوئی میدان طے کرتے ہیں۔ مگر یہ (اس کے نامۂ اعمال میں) لکھ لیا جاتا ہے۔''

دوسرے مقام پر ہے۔

﴿مَا کُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰی تَشْهَدُوْنِ﴾ (النمل:۳۲)
''جب تک تم حاضر نہ ہو میں کوئی معاملہ طے نہیں کرتی۔''

ماحصل: عَبَرَ کا لفظ صرف راستہ بالخصوص پانی طے یا عبور کرنے کے لیے اور قَطَعَ کا لفظ اعم ہے جو معاملات کے طے کرنے اور قطعاتِ ارضی کو پار کر جانے کے لیے آتا ہے۔

یہ کتاب لغت اور ادب کی باریکیوں میں دلچسپی رکھنے والوں کے لیے انتہائی اہم ہے۔

⑥ اَنوار البیان فی حل لغات القرآن

یہ کتاب علی محمد صاحب کی تالیف ہے۔ موصوف پاکستان سول سروس سے متعلق رہے اور بطور ایڈیشنل کمشنر ریٹائر ہوئے۔ سرکاری مصروفیات سے سبکدوش ہونے کے بعد اُنہوں نے یہ علمی کام سرانجام دیا۔ مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عربی زبان وادب میں خاصی دسترس کے حامل ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۹۵ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ مؤلف لکھتے ہیں کہ

''یہ کتاب قرآنِ مجید کے ان طالب علموں کے لیے لکھی گئی ہے جو زبان عربی کا کم از کم

www.KitaboSunnat.com

ابتدائی علم رکھتے ہوں اور صرف ونحو کی مبادیات سے واقف ہوں اور اس سلسلہ کی مزید معلومات کے خواہشمند ہوں۔ یہ کتاب نہ صرف ان کو قرآنی عبارت کے مختلف الفاظ اور جملوں کی تعلیل صرفی اور ترکیبِ نحوی میں مددگار ثابت ہوگی بلکہ ربطِ الفاظ وآیات میں بھی معاونت کرے گی۔''

ہماری دانست میں مؤلف اپنے اس دعوے میں بہت حد تک کامیاب رہے ہیں۔ یوں بھی عام لغات میں صرفی ونحوی بحث نہیں کی جاتی، صرف معانی پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے، جس سے عموماً طالب علم الفاظ کی صحیح تفہیم سے عاری رہتا ہے۔ جبکہ قرآن فہمی کے لیے صرفی ونحوی مفہوم کا جاننا ضروری ہے۔ محض لفظی معنی کا علم قرآن فہمی کے لیے کافی نہیں۔ اس لحاظ سے مذکورہ کتاب محض کتابِ لغت نہیں اور نہ ہی محض ترجمہ وتفسیر بلکہ ان تینوں کا مختصر مجموعہ ہے۔ شاید اسی وجہ سے مؤلف نے اس کا نام أنوار البیان في حل لغة القرآن رکھا ہے۔

مؤلف نے کتاب میں اُصول یہ رکھا ہے کہ وہ پہلے سورۃ کا نمبر، پھر آیت کا نمبر اس کے بعد جملہ یا الفاظ کا حوالہ دیتے ہیں۔ مثلاً ۳-۱۱۹ اس میں ۳ سورۃ کا ہے جبکہ ۱۱۹ آیت ہے۔ یہی جدید تحقیق کا اُصول بھی ہے جس کو مؤلف نے ملحوظ رکھا ہے۔

انوار البیان کے بارے میں بعض اہل علم کی تقاریظ بھی آغاز میں شامل کی گئی ہیں۔ ان کے مطابق مفتی مبشر احمد اُستادِ حدیث کہتے ہیں کہ

''اس تالیف کو بندہ نے حرفاً حرفاً پڑھا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ یہ تالیف موجودہ دور کے اُردو تعلیم یافتہ طبقہ کے لیے نہایت ہی مفید ہے''۔

سرگودھا یونیورسٹی کے وائس چانسلر جو خود عربی زبان و اَدب کے مسلّم اُستاد ہیں، ان کی رائے ہے کہ

''یہ کتاب صرف منتہی حضرات کے استفادہ کے لیے ہے۔ اس سے عام قاری کی بجائے وہی استفادہ کرسکتا ہے جو عربی زبان وادب سے بنیادی واقفیت رکھتا ہو۔ ایک شخص جس نے عربی گرامر کبھی نہیں پڑھی، اس کے لیے قواعد یا حذف یا الفاظ کے باہم مقلوب ہونے یا تقدیم و تاخیر کی بحثیں چنداں مفید نہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں اہل علم کی آرا کو کتاب کے مندرجات کے حوالے سے پیش نظر رکھا جائے تو دوسری رائے زیادہ وقیع نظر آتی ہے، کیونکہ صرفی ونحوی تحلیل کا فائدہ اصلاً اسی شخص کو ہوتا ہے جو بنیادی عربی گرامر کے اُصول سے واقف ہو۔

'انوار البیان' میں قرآنِ مجید کی سورتوں اور پاروں کی ترتیب سے معانی بیان کیے گئے ہیں جبکہ دیگر عام لغات میں ایسا نہیں۔ مثلاً 'لغات القرآن' پرویز میں ہر لفظ کا مادہ تلاش کر کے اس مادہ کے تحت معانی دیئے گئے ہیں۔ 'انوار البیان' میں سورتوں کی ترتیب کا لحاظ ہے۔ اس طرح قاری کے لیے تلاش نسبتاً آسان ہوتی ہے۔

حصہ دوم کے آخر میں موصوف نے روایتی انداز میں قرآنِ مجید کے رموز واوقاف، منازل قرآن درج کئے ہیں۔ قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد بلحاظِ پارہ لکھی ہے، لیکن جانے کیوں سورۃ انشراح کے بعد اگلی سورتوں کا اِندراج نہیں ہے۔ پھر قرآنِ مجید کی ترتیب سورتوں کے مطابق لکھی ہے۔ یہ سارا حصہ تحصیل حاصل ہی لگتا ہے۔ البتہ اُنہوں نے قرآن مجید کی ترتیب نزولی کا آخر میں اندراج کیا ہے۔ لوح پر لکھا ہے: ترتیبِ نزول مرتبہ علمائے ازہر۔ اس عنوان کے نیچے پہلے مکی سورتوں کی نزولی ترتیب کو درج کیا ہے، جس میں ۸۶ سورتیں ہیں اور پھر مدنی سورتوں کو ترتیبِ نزولی کے مطابق لکھا ہے جن کی تعداد ۲۸ ہے۔ لیکن اس سلسلے میں ان کا ذریعہ اطلاع کیا ہے، اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ ماسوائے اس کے کہ آغاز میں مرتبہ: علمائے ازہر کہہ دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مبہم حوالہ ہے جس کا مکمل ماخذ بتلانا ضروری تھا۔

⑦ قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی، اُردو)

یہ کتاب ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کی تالیف ہے جو ایک عرصہ جامعہ امّ القریٰ مکہ مکرمہ میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ موصوف نے اصل کتاب انگریزی بولنے والوں کے لیے لکھی تاہم اس کا ترجمہ پروفیسر عبدالرزاق نے کیا ہے جسے دارالاشاعت اُردو بازار، کراچی نے پاکستان میں شائع کیا ہے۔ کتاب کی لوحِ صدر پر یہ عبارت لکھی ہے:

"قرآن کریم کی یہ لغت جذری ترتیب اور معنوی سیاق کے مطابق بشمول صرفی ونحوی

www.KitaboSunnat.com

ایضاحات اور مشہور مقامات اور شخصیات کی تفصیل کے ساتھ ترتیب دی جانے والی یہ لغت قرآن فہمی کے لیے اِن شاء اللہ بڑی مددگار ہوگی۔''⑳

یہ لغت خاصی مفید ہے۔ اس میں الفاظ کے مختصر معانی کے ساتھ ساتھ صرفی اور نحوی تراکیب کی وضاحت بھی موجود ہے اور غیر ضروری تشریح و تفصیل سے اجتناب کرتے ہوئے لغت قرآنی کے ہدف کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ مثلاً لفظ تبتَّل باب تفعّل فعل امر، واحد مذکر حاضر، وقف ہو جانا، دنیا سے منقطع ہونا۔㉑

اسی طرح یَجْهَلُوْنَ سے (فعل مضارع، جمع مذکر غائب) وہ جہل کرتے ہیں۔㉒

اس قاموس میں قاری کو مطلوب معلومات ایک ہی جگہ آسانی سے مل جاتی ہیں اور کسی بھی لفظ کے معانی معلوم کرنا اور معانی متعین کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ حروف کے ذریعہ کسی بھی باب کی نشاندہی مفقود ہے کہ قرآنِ مجید میں وہ لفظ کس کس جگہ استعمال ہوا ہے، صاحب کتاب اس بات کی نشاندہی نہیں کرتے۔ البتہ کسی کسی جگہ ایک آدھ آیت کا تذکرہ ضرور کر دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآنی لغت کے حوالے سے یہ بات مقصود بھی نہیں۔ کسی بھی لفظ کے معانی معلوم کرنے والا شخص صرفی و نحوی بحث کے ساتھ صرف معانی کا ہی متلاشی ہوتا ہے۔ اس کی مثال ملاحظہ ہو۔ صاحبِ کتاب لفظ سَلَّطَ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

- سَلَّطَ باب تفعیل (فعل ماضی واحد مذکر غائب) اس نے مسلط کر دیا۔
- سَلَّطَ باب تفعیل تَسْلِيْطًا مسلط کرنا۔
- سَلِطَ يَسْلَطُ سَلَاطَةٌ (س) مضبوط ہونا، سخت ہونا، تیز ہونا۔
- ﴿وَلَوْ شَآءَ اللهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ﴾ (النساء:۹۰)

''اور اگر خدا چاہتا تو ان کو تم پر غالب کر دیتا۔''

- يُسَلِّطُ باب تفعیل (فعل مضارع واحد مذکر غائب) وہ مسلط کرتا ہے۔
- سُلْطَانٌ (اسم)

---

⑳ قاموس الفاظ القرآن الکریم، سرورق
㉑ قاموس الفاظ القرآن الکریم، ص ۴۲
㉒ قاموس الفاظ القرآن الکریم، ص ۷۸

www.KitaboSunnat.com

① اختیار، اقتدار، حکومت، بس، قابو۔

◉ ﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ﴾ (الحجر:۴۲)

''جو میرے مخلص بندے ہیں ان پر تجھے کچھ قدرت نہیں ہے۔''

② صریح دلیل، برہان

◉ ﴿أَمْ لَكُمْ سُلْطَٰنٌ مُّبِينٌ﴾ (الصافات:۱۵۶)

''یا تمہارے پاس کوئی صریح دلیل ہے۔''

◉ سُلْطَانِيَه (سُلْطَان + یْ + ہُ)

''میرا اقتدار حکومت صرف وزن کے لیے ہے۔''

◉ ﴿هَلَكَ عَنِّي سُلْطَٰنِيَهْ﴾ (الحاقہ:۲۹)

''میری سلطنت خاک میں مل گئی۔''[۴۳]

اس قاموس کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ الفاظ کی تلاش میں مادہ اور اشتقاق کا علم ضروری نہیں۔ الف بائی طریقہ پر الفاظ کو مرتب کیا گیا ہے جس سے عام شخص بھی کسی لفظ کو آسانی سے تلاش کر لیتا ہے، کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ چونکہ الفاظ کے مادہ اور اشتقاق کا علم بھی اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے اس لیے صاحبِ کتاب نے آخری حصہ میں الفاظ کے مادے اور اصلی حروف کے عنوان سے الفاظ کے مادوں کا مفصل تذکرہ لکھ دیا ہے جو صفحات ۴۷۱ سے لے کر ۵۲۰ تک پھیلا ہوا ہے۔ مجموعی طور پر یہ قاموس اچھی اور مفید کاوش ہے۔

⑧ قاموس القرآن (مکمل و مستند قرآنی ڈکشنری)

یہ قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی کی تالیف ہے جو کافی عرصہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں تفسیر کے اُستاد رہے۔ یہ قاموس اُنہوں نے تقریباً پون صدی پیشتر لکھی تھی جو ۱۳۷۳ھ بمطابق ۱۹۵۴ء میں پہلی مرتبہ ہندوستان میں شائع ہوئی۔ قاموس القرآن پاکستان میں ۱۹۹۴ء میں طبع ہوئی۔ گویا اپنی طباعتِ اوّل سے نصف صدی بعد اس کو پاکستان میں شائع کیا گیا ہے۔ اس کی اشاعت کا اہتمام دارالاشاعت، کراچی نے کیا ہے۔ آغاز میں برصغیر پاک و

[۴۳] قاموس الفاظ القرآن الکریم، ص ۱۷۷

ہند کے مشاہیر اہل علم کی آرا دی گئی ہیں۔ ان مشاہیر میں ڈاکٹر ذاکرحسین سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، شاہ معین الدین احمد ندوی، مولانا محمد عثمان فارقلیط، مولانا محمد وارث کامل مدیر 'مدینہ' بجنور، مولانا محمد عامر عثمانی مدیر 'تجلی' دیوبند، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا ابوالحسن علی ندوی اور قاری محمد طیب رحمہم اللہ علیہم جیسے اکابر شامل ہیں۔

قاضی زین العابدین مؤلف قاموس نے اس سے قبل عربی زبان کی لغت بیان اللسان کے نام سے لکھی تھی جسے علمی حلقوں میں خوب پذیرائی حاصل ہوئی۔اس پذیرائی کے بعد اُنھوں نے 'لغت القرآن' کے حوالے سے قاموس القرآن کو مرتب کیا۔

یہ بات مسلم ہے کہ برصغیر پاک وہند میں قرآنِ مجید کا پہلا بامحاورہ اُردو ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ نے لکھا۔اس کے ساتھ ہی آپ نے لغات القرآن کے موضوع پر بھی ایک مختصر کتاب لکھی تاکہ اُردو دان حضرات عربی زبان کے الفاظ سے شناسائی حاصل کر کے قرآن کے مفہوم تک پہنچ سکیں۔ چنانچہ مطبع مجتبائی دہلی کے منشی ممتاز علی میرٹھی نے ۱۲۹۸ھ میں جب مترجم قرآن شائع کیا تو اس کے حاشیہ پر اس لغات القرآن کو بھی طبع کیا۔

صاحبِ قاموس کے قول کے مطابق اُنھوں نے اپنی قاموس کی تیاری میں جن کتب سے زیادہ مدد لی، ان میں القاموس المحیط فیروز آبادی، صحاح العربیۃ الجوہری، مفردات القرآن امام راغب زیادہ قابل ذکر ہیں، تاہم وہ ان کے حوالے نہیں دیتے۔ البتہ جس جگہ وہ کسی لفظ کی تفسیری بحث کرتے ہیں وہاں ماخذ تفسیر کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔ اس ضمن میں موصوف نے سب سے زیادہ حوالے علامہ شبیر احمد عثمانی کی تفسیر کے دیئے ہیں۔

صاحبِ قاموس نے قرآنی الفاظ کو حروفِ تہجی کی ترتیب پر جمع کیا ہے۔ اس لیے کسی بھی لفظ کی تلاش میں اس کا مادہ وغیرہ جاننے یا دیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔اس کے بعد آسان اُردو زبان میں لفظ کے معنی لکھے گئے ہیں، ساتھ ہی اس لفظ کی صرفی اور نحوی تشریح بھی کی گئی ہے اور اس بات کا التزام بھی کیا گیا ہے کہ ہر مشتق کا مصدر بھی دیا جائے۔ صیغہ کی تفصیل بھی دی گئی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

موصوف کسی کسی جگہ طویل تشریحی نوٹ بھی دیتے ہیں جس کی وجہ سے یہ لغت محض قرآنی لغت نہیں بلکہ تفسیری لغت معلوم ہوتی ہے، کیونکہ بعض جگہ یہ نوٹ کئی کئی صفحات کو محیط ہیں۔ یہ نوٹ اگرچہ معلومات میں اضافے کا باعث تو بنتے ہیں تاہم ان کی وجہ سے یہ قاموس، قاموس کی بجائے اچھی خاصی تفسیر محسوس ہونے لگتی ہے، مثلاً لَا تُسْرِفُوْا کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''(لَا) تُسْرِفُوْا: تم اسراف نہ کرو۔ اِسْرَاف سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ امام راغبؒ لکھتے ہیں: اِسْرَاف کے معنی ہیں: کسی کام میں حد سے تجاوز کرنا۔ اگرچہ انفاق (خرچ کرنا) میں حد سے تجاوز کرنے کے معنی میں زیادہ مشہور ہے۔ یہ حد تجاوز مقدار کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی ضرورت سے زیادہ خرچ کرے اور کیفیت کے اعتبار سے بھی بے موقع خرچ کرے۔ چنانچہ سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ

''مَا اَنْفَقْتَ فِي غَيْرِ طَاعَةِ اللّٰهِ فَهُوَ سَرَف وَاِنْ كَانَ قَلِيْلًا'' ''جو کچھ تم طاعت اللہ کے سوا دوسرے موقعوں میں صرف کرو۔ وہ اگرچہ تھوڑا ہو پھر بھی اسراف ہے۔''

علامہ عثمانی لکھتے ہیں: (اسراف کی) کئی صورتیں ہیں، مثلاً حلال کو حرام کرلے یا حلال سے گزر کر حرام سے بھی تمتع کرنے لگے یا اناپ شناپ بے تمیزی اور حرص سے کھانے پر گر پڑے۔ یا بدونِ اشتہا کے کھانے لگے یا ناوقت کھائے۔ یا اس قدر کم کھائے جو صحت جسمانی اور قوتِ عمل کے لیے کافی نہ ہو یا مضرصحت چیزیں استعمال کرے وغیرہ۔ ذٰلك لفظ اسراف ان سب اُمور کو شامل ہوسکتا ہے۔ اسی لیے بعض سلف نے فرمایا کہ ''خدا نے ساری طب آدھی آیت میں اکٹھی کردی۔''(۴۴)

⑨ لغت القرآن Quranic Dictionary

اس کے مؤلف مفتی محمد نعیم ہیں جو جامعہ اشرف المدارس گلشن اقبال، کراچی کے اُستاد ہیں۔ اس لغت کو مکتبہ النور کراچی نے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ اکتوبر ۲۰۰۷ء میں طبع ہوئی۔ اس لحاظ سے اپنے موضوع پر پاکستان میں چھپنے والی تازہ ترین تالیف ہے۔ حرفِ آغاز کے عنوان سے شروع میں قرآنِ مجید کی اہمیت پر توجہ دلائی گئی ہے۔ نیز اس بات پر تنبیہ بھی ہے کہ قرآنِ مجید کو محض اردو تراجم کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کرنا اور پھر اپنی رائے سے قرآنی

(۴۴) قاموس القرآن، ص ۱۴۶

www.KitaboSunnat.com

مفہوم کو متعین کرنے کی کوشش کرنا عبث ہے جس سے مطلوبہ مقاصد بھی حاصل نہیں ہو پاتے نیز اس طرح قرآن کے اصل مقصود کو سمجھنے میں بھی غلطی کا اِمکان رہتا ہے۔ اس لغت میں مؤلف نے قرآنی الفاظ کو چار مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ جن کے عنوانات اس طرح ہیں:

① کثیر الاستعمال قرآنی اسماء ② قلیل الاستعمال قرآنی اسماء

③ کثیر الاستعمال قرآنی مصادر ④ قلیل الاستعمال قرآنی مصادر

کثیر الاستعمال قرآنی اسماء میں اُنہوں نے ایسے الفاظ کو جمع کیا ہے جو گرامر میں اسم جامد کہلاتے ہیں۔ مثلاً رَجُلٌ یہ ایسا اسم ہے جو نہ خود کسی سے مشتق ہے، نہ ہی اس سے دوسرے اسماء نکلتے ہیں۔ اس مذکورہ حصہ میں ایسے اسماء کو شامل کیا گیا ہے جو قرآن مجید میں دس یا اس سے زائد مرتبہ استعمال ہوئے ہوں۔ اس کالم میں کل ۱۲۸/ اسماء کا تذکرہ ہے۔ مؤلف نے الفاظ کی وضاحت کے لیے چار کالم بنائے ہیں۔ پہلے کالم میں قرآنی الفاظ دیئے گئے ہیں۔ دوسرے کالم میں معانی ہیں۔ تیسرا کالم تعداد کے حوالے سے ہے۔ جتنی مرتبہ وہ اسم قرآن میں استعمال ہوا ہے، اس کالم میں وہ تعداد دی گئی ہے۔ چوتھے کالم میں قرآنی اَمثال دی گئی ہیں۔ یعنی ایسی کوئی ایک آیت جس میں وہ اسم استعمال ہوا ہو۔

دوسرا عنوان قلیل الاستعمال قرآنی اسماء کے بارے میں ہے۔ اس میں ایسے اسمائے جامد دیئے گئے ہیں جن کا استعمال قرآن مجید میں دس سے کم مرتبہ ہوا ہے۔ اس کے تحت ۵۰۸ الفاظ کی وضاحت دی گئی ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ قرآن مجید میں ایسے ۵۰۸ الفاظ ہیں۔

تیسرا حصہ کثیر الاستعمال قرآنی مصادر پر ہے۔ اس میں ایسے مصادر تلاش کئے گئے ہیں جو قرآن مجید میں دس یا دس سے زیادہ مرتبہ استعمال ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد کافی زیادہ ہے جو کتاب کے صفحہ ۸۳ سے لے کر صفحہ ۱۵۸ تک ممتد ہے۔ اس حصہ میں پانچ کالم بنائے گئے ہیں جبکہ مذکور القبل دو حصوں میں کالم چار چار تھے۔ پہلے کالم میں مصدر کا تذکرہ ہے۔ دوسرے میں معانی دیئے گئے ہیں۔ تیسرے میں تعداد دی گئی ہے یعنی وہ لفظ کتنی مرتبہ قرآن مجید میں استعمال ہوا۔ چوتھے کالم کا عنوان مصدر سے وجود میں آنے والے قرآنی صیغے ہے۔ آخری کالم میں قرآن میں مستعمل ایک یا دو آیات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

www.KitaboSunnat.com

مصدر	معنی	تعداد	مصدر سے بننے والے قرآنی صیغ	قرآنی مثالیں
اَلإِسَاءَةُ⑳	برائی کرنا گناہ کرنا	167	سَاءَ، تَسُوْکُمْ، اَسَاوٗوْا، سِیِّءَ، لِسُوٓءُ، اَسْوَءَ، مُسِیْ، سَاءَتْ، سِیْئَتْ، سَیِّئَةٌ، سَیِّاٰتٌ، سُوْءً،	وَیُکَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَیِّاٰتِكُمْ تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اللہ تمہارے گناہوں کو مٹادے گا۔ (البقرة:۲۷۱)
اَلْهِبَةُ㉖	ہبہ کرنا	25	وَهَبَ، لِأَهَبَ، یَهَبُ، هَبْ، الْوَهَّابُ، وَهَبَتْ، وَهَبْنَا،	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ (ابراہیم:۳۹) اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسمٰعیلؑ واسحٰقؑ عطا فرمائے۔

چوتھا اور آخری حصہ قلیل الاستعمال قرآنی مصادر پر ہے۔ اس کے تحت ایسے مصادر تلاش کئے گئے ہیں جن کا استعمال قرآنِ مجید میں دس سے کم مرتبہ ہوا ہے۔ ایسے مصادر کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ یہ حصہ صفحہ ۱۵۹ سے لے کر صفحہ ۲۴۲ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس حصہ میں تیسرے حصہ کے مطابق کالم بندی کی گئی ہے۔لغت القرآن کے آخری صفحات میں قرآنی اعداد کے تحت ان اعداد کا ذکر ہے جو قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔ ایسے اعداد کی تعداد ۴۶ ہے۔ اس حصہ میں بھی چار کالم ہیں۔ پہلے کالم میں عدد لکھا گیا ہے۔ دوسرے میں اس کے معنی، پھر تیسرے میں تعداد اور آخری کالم میں کسی بھی آیت سے حوالہ درج کیا گیا ہے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

عدد	معنی	تعداد	حوالہ آیت
ثَلاثٌ㉗	تین	21	ثَلاثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَیْسَ عَلَیْكُمْ (النور:۵۸) یہ تینوں وقت تمہاری (خلوت) اور پردے کے ہیں۔
خُمُسٌ㉘	پانچواں حصہ (۱/۵)	1	فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ (الانفال:۴۱) اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ اور رسول کا ہے۔

لغتِ قرآن پر آج تک جتنی کتب تحریر کی گئی ہیں ان سب میں یہ کتاب اَچھوتے اور منفرد

⑳ لغت القرآن: ص ۱۰۴
㉖ لغت القرآن: ص ۱۵۸
㉗ لغت القرآن: ص ۲۴۳
㉘ لغت القرآن: ص ۲۴۴

www.KitaboSunnat.com

انداز میں لکھی گئی ہے اور بلاشبہ مؤلف کی بہترین کاوش ہے۔ پوری کتاب ۲۴۷ صفحات پر مشتمل ہے، لیکن تمام الفاظ کا معنی اور دیگر مفید معلومات کا حصر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کی وجہ سے کسی لفظ کے حوالے سے جملہ معلومات ایک ہی جگہ حاصل ہو جاتی ہیں۔اس سے قبل جتنی کتب لغت قرآنی کے حوالے سے لکھی گئیں، وہ کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں، لیکن صاحبِ لغت القرآن نے تمام الفاظِ قرآنی کی اس انداز سے درجہ بندی کی ہے کہ کتاب کا حجم بھی نہیں بڑھا اور جملہ معلومات بھی موجود ہیں۔نفس مضمون کے حوالے سے باطنی محاسن کے ساتھ ساتھ کتاب کے ظاہری محاسن بھی خوب ہیں۔دیدہ زیب طباعت، کاغذ انتہائی سفید واعلیٰ، خوبصورت گرد پوش، سرورق کا فنی حسن کتاب کی رعنائی اور دلچسپی میں مزید اضافہ کر رہا ہے۔علومِ قرآنی کا ذوق رکھنے والے نیز کتابوں سے محبت کرنے والے حضرات کے لیے لغتُ القرآن بہت مفید ہے۔

یہ مضمون فی الحال دستیاب لغات القرآن کے تعارف پر مبنی ہے۔اس حوالے سے بعض مزید لغات کا بھی علم ہوا ہے جس کا تذکرہ زیرنظر مضمون کے تتمہ کے طور پر عنقریب شائع کیا جائے گا۔ایسے اَحباب جو دیگر طبع ہونے والی قرآنی لغات سے واقف ہوں تو وہ صاحب مضمون سے رابطہ فرمائیں تاکہ ان لغات کا تذکرہ بھی شامل کیا جاسکے۔[اِدارہ]

خریدارانِ محدث توجہ فرمائیں

خریدارانِ محدث کو مدتِ خریداری ختم ہونے کی اِطلاع بذریعہ پوسٹ کارڈ دی جاتی تھی اَب قارئین کی آسانی کے لیے محدث کے لفافہ پر چسپاں ایڈریس میں بھی زرِسالانہ ختم ہونے کی اطلاع دی جاتی ہے۔لہٰذا جن حضرات کو مدتِ خریداری ختم ہونے کی اطلاع دی گئی ہے۔ازراہِ کرم اوّلین فرصت میں زرِتعاون بھیج کر تجدید کروائیں۔ شکریہ

منجانب: محمد اصغر، مینیجر ماہنامہ 'محدث'، لاہور، فون: 0305-4600861

www.KitaboSunnat.com

حدیث وسیرت

ابوثوبان غلام قادر☆

رسول اللہ ﷺ کے ذرائع معاش

نبی کریم ﷺ اُمت کے جمیع طبقات کے لئے اُسوۂ حسنہ اور نمونہ ہیں۔ آپ کے معاشی معمولات میں مسلمانوں کے لئے بیش قیمت رہنمائی موجود ہے۔ بعض اوقات ہم لوگ منقول حقائق کی جستجو کی بجائے ایک مثالی تصور اپنے ذہن میں قائم کرکے اس کے مطابق دلائل کی تلاش شروع کردیتے ہیں۔ جبکہ یہ امر ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے منصب نبوت پر سرفراز ہونے سے قبل معاشی سرگرمیاں اختیار کیں، بکریاں چرائیں اور تجارتی سفر بھی کئے، لیکن نبوت پر فائز ہونے کے بعد آپ ﷺ کی کسی معاشی سرگرمی کا ذکر کتبِ سیرت میں نہیں ملتا۔

زیر نظر مضمون کے مقالہ نگار نے آپ ﷺ کے ذرائع آمدن کی جستجو میں بہت سی تفصیلات یکجا کردی ہیں، لیکن وہ بھی دورِ نبوت میں آپ کی معاشی سرگرمی کا سراغ لگانے سے قاصر رہا ہے۔ اس نظریہ سے اگلا مسئلہ میراث نبویؐ پر فائز حقیقی علماے کرام کے ذریعہ معاش کا پیدا ہوتا ہے۔ اگر کسی عالم نے دینی خدمات کے ساتھ اپنے ذریعہ آمدنی کو جداگانہ رکھنے کی کوشش کی ہے، تو اس عالم کی عزیمت قابل قدر امر ہے، لیکن درحقیقت شریعت اسلامیہ کا یہ تقاضا نہیں ہے بلکہ اُمت مسلمہ پر جہاں علماے ربانی کا احترام فرض ہے وہاں ان کو معاشی ضروریات سے بالاتر کردینا بھی ان کے فرائض میں شامل ہے، کیونکہ کوئی عالم دین شرعی رہنمائی کرتے ہوئے ذاتی کی بجائے اجتماعی خدمت کررہا ہوتا ہے، جس کا صلہ تو اللہ ہی آخر کار اسے دیں گے، البتہ عامۃ الناس یا مسلم حکومت کو اس کی ضروریاتِ زندگی کا انتظام ازخود کرنا چاہیے، یہی اُمت مسلمہ کی صدہا سالہ روایت رہی ہے، ائمہ اسلاف کے معاشی معمولات اسی کی نشاندہی کرتے ہیں اور جن علما کے بعض پیشے کتب تاریخ میں ملتے ہیں، وہ یا تو شاذ ونادر اور عزیمت کی قبیل سے ہیں یا قبل از دینی خدمات ان کے معاشی معمولات کا تذکرہ ہے۔ البتہ یہ بحث تفصیلی مضمون کی متقاضی ہے۔ ح م

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی مسلمانوں کے لیے مکمل نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی ذات میں وہ تمام صفات جمع تھیں جو کسی بھی گوشۂ زندگی میں مطلوب ہوسکتی ہیں۔ آپ کی

☆ پی ایچ ڈی سکالر، ادارہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

www.KitaboSunnat.com

عبادات واَخلاق، آپ کی جنگیں، آپ کی مساعیٔ امن، آپ کی انفرادی اور اجتماعی زندگی مسلمانوں کے لیے مکمل نمونہ ہے۔ جہاں آپ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے دیگر معاملات میں ایک مکمل رہنمائی دی اور عملی تصویر پیش کی، وہیں آپ نے انسانیت کے لیے معاشی نظام کا ایک بہترین پہلو متعارف کروایا جس میں اِنفرادی اور اِجتماعی معاش کے حصول کے خطوط واضح کیے۔

آپؐ کی بعثت اس زمانے میں ہوئی کہ جب جاہلیت کی طبقاتی تقسیم نے معاشی جدوجہد کو بے حد متاثر کیا ہوا تھا۔لوٹ کھسوٹ اور بدنظمی،معاشی زندگی کی خصوصیت بن گئی تھی۔سرمایہ دار طبقہ نے عوام پرسود جیسی لعنت مسلط کر رکھی تھی جس سے غریب کا خون نچڑ رہا تھا۔معاشرتی برائیاں شراب اور جوئے نے معاشی جدوجہد کو مفلوج کر دیا تھا۔ذرائع آمدنی پرمخصوص لوگوں کا قبضہ تھا۔طریقِ صرف میں کسی اَخلاقی اُصول کا لحاظ نہ رکھا جاتا تھا۔افرادِ معاشرہ کی ساری جدوجہد خودغرضی اور سنگ دلی پرمبنی تھی۔مفاد پرستی کے اِس دور میں رحمۃ للعالمین کا حصولِ معاش کے لیے کردار بہت مختلف اور منفرد تھا۔

معاشی زندگی جدید اصطلاح کے مطابق ''اُس جدوجہد کا نام ہے جو اِنسانی احتیاجات کی تسکین کے لیے دولت کمانے اور اُسے خرچ کرنے سے متعلق ہے۔'' اِس کائنات میں آنے والے ہر انسان کو اپنی سانسیں بحال رکھنے کے لیے کم ازکم کسی بھی ظاہری معاشی اَسباب کا سہارا لینا پڑا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانیت کے لیے رہبرِ کامل بنا کر بھیجا تھا، آپ نے بھی خود اپنے ہاتھوں سے رزقِ حلال کما کر انسانیت کو یہ سبق دیا کہ کوئی انسان چاہے کتنا ہی عظیم المرتبت کیوں نہ ہو، اُسے اپنے معاش کے لیےخود کفیل ہونا چاہیے، نہ کہ دوسرے لوگوں پر بوجھ بننا چاہیے۔حالانکہ نبی اور آپ کے دیگر رفقا کے لیے یہ وقت بہت کٹھن تھا، کیونکہ ایک طرف مشرکینِ مکہ نے معاشرتی مقاطعہ کر رکھا تھا، دوسری طرف نوبت جسمانی اذیتوں تک پہنچ چکی تھی۔ان حالات میں کسی قسم کی تجارت، کاروبار یا معاشی جدوجہد کا جاری رکھنا ممکن نظر نہیں آتا۔ پھرایک ہمہ وقتی کارکن کے لیےجب کہ وہ ایک گروہ کو ساتھ لے کر چل رہا ہو، معاشی جدوجہد کو برقرار رکھنا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ابتدائی دور کی مصروفیات میں لوگوں کا آپ ﷺ سے معاشی تعاون کا ذکر بھی ملتا ہے،لیکن آپ نے نہ

صرف خود اپنی معاشی حالت بہتر کی بلکہ ہمیشہ اپنے اَصحاب کو بھی یہی سبق دیا کہ وہ حلال اور باعزت روزگار اختیار کریں، کیونکہ اِس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت قدر ومنزلت ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«ما أكل أحد طعامًا قطُّ خير من أن يأكل من عمل يده وإن نبي الله داؤد عليه السلام كان يأكل من عمل يده» (صحیح بخاری:۲۰۷۲)

''کوئی بندہ ایسا کھانا نہیں کھاتا جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر ہو، اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔''

آپ ﷺ کا ذریعہ معاش کیا تھا؟ اس موضوع سے ہمارے مؤرخین اور سیرت نگاروں نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ سیرۃ النبی ﷺ پر لکھی جانے والی کتب کا ذخیرہ کھنگال لیں، آپ کو اس عنوان پر مستقل بحث نہ ملے گی۔ غالبًا اس کی وجہ آپؐ سے اِن کی عقیدت کا وہ درجہ ہے جہاں وہ آپ ﷺ کو ذریعۂ معاش کی ضرورت ہی سے بالاتر تصور کرتے ہیں، حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

آپ ﷺ نے حلال اور باعزت ذریعۂ معاش اختیار کرکے اپنی اُمت کو یہ تعلیم دی کہ وہ حلال اور باعزت ذریعۂ معاش اپنا کر ہی اپنی اور زیر کفالت اَفراد کی معاشی ضروریات کو پورا کیا جائے۔ منصبِ نبوت پر سرفراز ہونے سے قبل گلہ بانی اور کچھ عرصہ بعد تک آپ نے تجارت کو ذریعۂ معاش بنایا۔ اس سلسلہ میں آپ نے متعدد تجارتی اَسفار بھی فرمائے۔

جب اُمّ المومنین خدیجہ الکبریٰؓ آپ ﷺ کے عقد میں آئیں تو اُن کی تمام تر دولت اور تجارت بھی آپ کے پاس آئی اور یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے معاشی تفکرات کو کم کردیا اور آپ دل جمعی کے ساتھ دعوت میں مگن رہے۔ کتبِ سیرۃ میں کہیں نہیں ملتا کہ آپ کبھی کسی پر بوجھ بن کر رہے ہوں بلکہ آپ ہمیشہ سے خود کفیل رہے ہیں۔

بعض سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد آپ کی معاشی زندگی بہتر ہوئی اور اِس سے قبل آپ کے پاس کچھ مال ودولت نہ تھا تو یہ خیال غلط ہے، کیونکہ نزولِ وحی کے موقع پر حضرت خدیجہؓ آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتی ہیں:

« إنك لتصل الرحم وتحمل الكل، وتكسب المعدوم وتقري الضيف

www.KitaboSunnat.com

وتعين على نوائب الحق» (صحیح بخاری:۴)

''آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں اور جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا، کما کر دیتے ہیں، اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور آپ حق داروں کے ساتھ مشکلات میں مدد کرتے ہیں۔''

حضرت خدیجہؓ کی اِس تسلی سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرت خدیجہؓ سے شادی سے پہلے بھی صاحبِ روزگار تھے اور اپنے مال سے دوسروں کی مدد کیا کرتے تھے۔ البتہ حضرت خدیجہؓ ہی کے مال ودولت نے آپ کی بہت ساری معاشی پریشانیوں کو کم کیا، اور اِس نعمت کا اظہار اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: ﴿وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ﴾ (الضحی:۸)

''اور ہم نے آپ کو تنگ دست پایا تو آپ کو غنی کر دیا۔''

بہرحال آپ ﷺ کی زندگی کے تمام اَدوار کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ کے مندرجہ ذیل ذرائع آمدن سامنے آتے ہیں جن کو اِس مضمون میں اَحسن انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

① والدین کی وراثت سے حصہ

رسول اللہ ﷺ کو اپنے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کی طرف سے وراثت میں کوئی جائیداد یا مال و دولت نہیں ملا، سوائے ایک مکان کے جو آپ کے چچا زاد عقیل کے قبضہ میں تھا اور فتح مکہ کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف لائے تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کہاں رہائش فرمائیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں عقیل کے مکان میں رہنا چاہتا ہوں، عقیل سے پوچھو کیا وہ ہمیں اِجازت دیتا ہے۔''

(نیل الأوطار:۲۱/۱)

لیکن آپ نے پھر اُمّ ہانیؓ کے گھر سکونت فرمائی۔(صحیح بخاری:۴۲۹۲) اِس متاعِ قلیل کے علاوہ کتبِ اَحادیث وسیرت میں آپ ﷺ کو ملنے والے ورثے کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔

② گلہ بانی

اللہ تعالیٰ کی اپنے انبیا ومرسلین کے لئے عجب حکمت رہی ہے کہ تقریباً تمام انبیاے کرام علیہم السلام سے بکریاں چروائیں۔ اس کی حکمت یہ نظر آتی ہے کہ بکریاں چرانے والے میں

www.KitaboSunnat.com

چند ایسی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں جو عام انسانوں میں نہیں ہوتیں۔ بکریوں کا چرواہا جفاکش، نرم دل اور بردبار رہوتا ہے۔ بکری فطرتاً تیز اور طبعاً نہایت کمزور ہوتی ہے۔ اگر ڈھیلا چھوڑ دیا جائے تو کہیں سے کہیں نکل جائے اور غصہ میں آکر لاٹھی ماریں تو جوڑ بند ٹوٹ جاتے ہیں۔ لہٰذا اِس کے چرواہے کو بڑی سمجھ داری، ہوشیاری اور بردباری سے کام لینا پڑتا ہے۔ ہدایت سے خالی انسان، بکری سے کہیں زیادہ آوارہ اور ناصح کی نصیحت سے دور بھاگنے والا ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو ایسے انسانوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے بکریوں کو سنبھالنے کی مانند کام کرنا پڑا۔ آپ ﷺ جب دس بارہ برس کے ہوئے تو بکریاں چرانا شروع کیں۔ یہ اِنسانیت کی گلہ بانی کا دیباچہ تھا۔ حضرت عبید بن عمیرؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ما من نبيٍ إلا وقد رعى الغنم قيل وأنت يا رسول الله؟ قال: وأنا، أنا رعيتها لأهل مكة بقراريط» (الطبقات الكبرٰی:۱/۱۲۲)

''کوئی نبی ایسے مبعوث نہیں ہوئے جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! آپ نے بھی؟ فرمایا: ہاں میں نے بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قراریط (قیراط) پر چرائیں تھیں۔''

مندرجہ بالا حوالہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مویشی جانوروں کے چروانے کا پیشہ بھی آپ ﷺ نے اپنائے رکھا جو کہ عرب معاشرے میں ایک قابل ذکر پیشہ تھا۔

③ تجارت

جب آپ ﷺ جوان ہوئے تو آپ نے تجارت کو معاش کا ذریعہ بنایا۔ اِس پیشہ کے انتخاب کی وجوہ میں سے نمایاں وجہ یہ تھی کہ آپ کے خاندان بنو ہاشم اور قریشِ مکہ تجارت کے پیشہ سے منسلک تھے جس کا ذکر قرآن مجید سورۃ القریش میں موجود ہے:

﴿ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ۝ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ۝ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ١ۙ۬ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ﴾ (سورۃ القریش)

''قریش کو اُلفت دلانے کے واسطے، اُلفت گرمی اور سردی کے قافلوں کے لیے، پس اُنہیں چاہیے کہ اِس گھر کے ربّ کی عبادت کریں جس نے اُنہیں بھوک میں بھی کھلایا اور اُنہیں خوف

سے نجات عطا فرمائی۔''

آپ کے آباؤ اَجداد تجارت ہی کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے۔آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ تجارت ہی کی غرض سے شام تشریف لے گئے اور واپسی پر مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور وہیں انتقال کر گئے۔آپ کے والد کے برادران بھی تجارت ہی سے منسلک تھے۔(الطبقات الکبریٰ:۱/۱۲۹) اوراس کی دوسری وجہ مکہ مکرمہ کی زمین کا سنگلاخ اور بے آب وگیاہ ہونا ہے۔ ایسی زمین کے باشندے تجارت یا صنعت کے علاوہ اور کونسا پیشہ اختیار کر سکتے ہیں؟ یقیناً زراعت اور کھیتی باڑی کے مواقع ہی کم تھے اور مکہ میں صنعت وحرفت کا رواج اور سہولیات بھی نہیں تھیں۔

اس کی ایک تیسری وجہ شاید یہ حکمتِ الٰہیہ بھی ہوسکتی ہے کہ جس ربِ حکیم نے اپنے نبی کریم ﷺ سے بکریاں چرواکر آپ میں بردباری ،ہوشیاری اور سمجھ داری کی صفات پیدا کرنا تھیں، اسی ذاتِ کریم نے انہی صفاتِ عالیہ کی تکمیل تجارتی تجربات کے ذریعے کرائی۔ تجارت انسان میں انتظامی صلاحیتیں پیدا کرتی ہے۔تجارتی اَسفار کے دوران خطرات سے بچاؤ اور دفاع کی ترا کیب،خرید وفروخت میں معاملہ فہمی، بات چیت کا ڈھنگ، اپنی بات دلائل سے منوانے کا سلیقہ،مختلف علاقوں اورممالک کی سیاحت اوراُن کے احوال واَخبار کاعلم، لوگوں کی طبائع کا اندازہ ایسی بے شمارخوبیاں ہیں جوانسان میں تجارت کے ذریعے پیدا ہوتی ہیں۔نبی کریم ﷺ نے یہ تمام صفات اپنے اندر بدرجہ اَتم پیدا کر لی تھیں۔

آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ رہ کراوران کے ساتھ بعض تجارتی سفر کر کے تجارتی معاملات کا تجربہ حاصل کرلیا تھا۔آپ کے تجارتی اَخلاق کا ہر شخص گرویدہ تھا۔تجارتی کاروبار میں جوصفت سب سے زیادہ گاہکوں کی توجہ کسی تاجر کی طرف مبذول کراتی ہے، وہ صدق وامانت ہے۔آپ ﷺ توگویا ان صفات کے موجد تھے۔امین کے لقب سے آپ دشمنوں میں بھی شہرت پا چکے تھے۔لوگ اپنا سامانِ تجارت آپ کے سپرد کرنے کے لیے بے چین رہتے تھے۔(ایضاً:۱/۱۳۰)

آپ ﷺ کے تجارتی اَسفار

رسول اللہ ﷺ کے ذرائع آمدنی میں سب سے بڑا ذریعہ تجارت تھا۔تجارت کے سلسلہ

www.KitaboSunnat.com

میں آپ نے کئی ایک اَسفار کیے۔ جن کا تذکرہ تفصیل سے ملتا ہے اِن میں سے کچھ شام، بحرین، یمن اور چین کی طرف ہیں۔ اِن اسفار میں آپ کو کافی نفع حاصل ہوا ہوگا۔

☆ **ابو طالب کے ساتھ سفرِ تجارت:** رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب اور زبیر کے ساتھ بھی سفر تجارت کیے تھے۔ جب آپ کی عمر ۱۲ سال تھی تو آپ نے پہلی مرتبہ شام کی طرف اپنے چچا کے ساتھ سفر فرمایا۔ اگرچہ اس سفر میں آپ بطورِ تاجر تو شامل نہ تھے، لیکن آپ نے تجارت کے طور طریقے اور لین دین کے حوالے سے کافی معلومات حاصل کیں اور جب آپ ۲۵ سال کے ہوئے تو آپ نے دوسری مرتبہ شام کا سفر کیا۔ البتہ اِس مرتبہ آپ ایک تاجر کی حیثیت سے اس سفر میں شامل تھے اور اس میں آپ کو کافی منافع حاصل ہوا۔ (الطبقات:۱/۱۱۹)

☆ **مالِ خدیجہ طاہرہؓ سے تجارت:** شام کا دوسرا سفر آپ نے حضرت خدیجہؓ کا سامان لے کر کیا۔ یہ مضاربت سے زیادہ اِجارہ کی صورت تھی، کیونکہ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو متعین اُجرت دی تھی۔ اِسی بار آپ شام کی منڈی بصریٰ تشریف لے گئے۔ چونکہ حضرت خدیجہؓ کا کاروانِ تجارت پورے مکہ کے کاروان سے بڑا ہوتا تھا، لہٰذا اُس کی آمدنی بھی کافی مقدار میں ہوئی جو کہ آپ کی پیشہ وارانہ مہارت کی دلیل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس سفرِ تجارت کو اپنایا تو آپ کو اس کے بدلہ میں ایک اونٹ اُجرت میں ملا۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے خدیجہ سے دوسفروں کا معاوضہ ایک اونٹنی لیا تھا۔'' (سیرۃ النبی از ابن کثیر:۱/۱۸۱) آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کا سامانِ تجارت لے کر جرش (یمن) دوبار تشریف لے گئے۔ دونوں مرتبہ مناسب منافع کے ساتھ واپس لوٹے۔ (الطبقات الکبریٰ:۱/۱۳۰)

اور یوں آپ کے دیگر تجارتی اَسفار میں منافع کا اندازہ بطریق اَحسن لگایا جاسکتا ہے۔

☆ **بحرین کا سفر:** آپ ﷺ تجارت کی غرض سے بحرین بھی تشریف لے گئے۔ جب وفد عبدالقیس کے لوگ اسلام لانے کی غرض سے مدینہ منورہ آئے تو آپ نے اُن سے ان کے ملک کے بارے میں تفصیل سے سوال پوچھے، تو وہ کہنے لگے: یارسول اللہ آپ ہمارے ملک کے بارے میں بہت زیادہ معلومات رکھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں کافی عرصہ تمہارے ملک میں رہ چکا ہوں۔ آپ ﷺ نکاح کے بعد حضرت خدیجہؓ کا سامانِ تجارت لے کر مشرق

علاقہ میں بھی گئے۔ غالبًا اس لیے کہ آپ بحرین جاکر 'دبا' کے بین الاقوامی تجارتی میلہ میں شرکت کر سکیں اور زیادہ نفع کما سکیں۔

ڈاکٹر حمید اللہؒ کے بقول آپ ﷺ تجارت کی غرض سے شام اور یمن کے علاوہ بیت المقدس، فلسطین اور چین سے بھی گزرے ہیں۔ (خطباتِ بہاولپور: ص ۲۰۶)

تجارتِ رسول ﷺ کے ضمن میں پیش کی گئی معلومات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ رسولِ امین ﷺ نے اپنی زندگی میں تجارت کے عمل سے وابستہ رہے جو اُس وقت کی دنیا میں ایک پُر وقار پیشہ تھا۔ جس سے صادق و امین نبی نے مناسب مال بھی کمایا اور اچھا نام بھی۔

④ قریشی صحابہ کی طرف سے اِعانت و کفالت

نبوت کے بعد ابتدائی اَدوار میں متمول صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آپ ﷺ کی کفالت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان خوش بخت اَفراد میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، سعدؓ بن معاذ اور عمار بن حزمؓ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ یہ خوش نصیب حضرات روزانہ آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ یا کھانے کی کوئی چیز پیش کرتے تھے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ آپ کے ننھیالی رشتہ دار تھے۔ وہ آپ کے ہاں کبھی سالن کبھی دودھ اور کبھی روٹی کبھی گوشت اور کبھی کبھار کوئی میٹھی چیز باقاعدگی سے اِرسال کرتے تھے جسے آپ ﷺ قبول فرما لیتے تھے۔ آپ صدقہ نہیں، البتہ ہدیہ قبول فرما لیتے تھے۔ یوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک ذریعہ روزی تھا اور جو اِس سے زائد ہو جاتا، وہ آپؐ اپنے صحابہ کرام اور اصحابِ صفہ رضوان اللہ اجمعین میں تقسیم کر دیتے۔ (الطبقات الکبریٰ، ص ۱۱۶)

حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کی بہت مالی مدد فرمائی جس کو آپ نے متعدد بار یوں بیان فرمایا:

«إن الله بعثني إليكم فقلتم: كذبت، وقال أبوبكر: صدق، وواساني بنفسه وماله فهل أنتم تاركوا لي صاحبي؟» مرتين...... (صحیح بخاری: ۳۶۶۱)

''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تو تم نے کہا: آپ جھوٹ بولتے ہو اور ابو بکر صدیقؓ نے کہا: آپ نے سچ کہا ہے، اور اُنھوں نے اپنی جان و مال کے ساتھ میری مدد کی، کیا تم مجھ سے میرے دوست کو چھڑوانا چاہتے ہو؟ ایسا دو مرتبہ فرمایا۔''

اور مزید فرمایا:

www.KitaboSunnat.com

«ما نفعني مالُ أحدٍ قط ما نفعني مال أبي بكر» (سنن ترمذی:۳۶۶۱)

''مجھے اتنا کسی کے مال نے فائدہ نہیں دیا جتنا ابو بکرؓ کے مال نے دیا ہے۔''

⑤ اَنصار کی طرف سے اِعانت

انصارِ مدینہ نے بھی مکی صحابہ کی طرح دل و جان سے رسول اللہ ﷺ کی بھرپور خدمت کی۔ ہجرت کے بعد سب سے پہلی میز بانی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے حصہ میں آئی۔ آپ ﷺ نے جتنا عرصہ بھی اُن کے ہاں قیام فرمایا، آپ کی ضروریات پورا کرنے کا شرف اُنہی کے نصیب میں آیا۔

بنو فزارہ کے ایک آدمی نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک اونٹنی پیش کی تو آپ ﷺ نے اُسے قبول کیا اور اُسے تحفے میں کچھ دے دیا تو وہ شخص ناراض ہو گیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا کہ'' آج کے بعد میں قریش، انصار اور دوس قبیلہ کے علاوہ کسی سے کوئی تحفہ نہیں لوں گا۔'' (الادب المفرد،ص ۱۸)

انصار پیشہ کے لحاظ سے زراعت سے منسلک تھے۔ وہ اپنے کھیتوں (کھجوروں کے باغات) میں سے کسی ایک درخت کو نشان لگا کر آپ ﷺ کے لیے وقف کر دیتے تھے جس کا پھل آپ ﷺ تک پہنچ جاتا۔ (خطباتِ بہاولپور،ص ۱۸)

کبھی کبھار تو مہینہ بھر آپ کے گھر میں چولہا نہ چلتا تھا۔ آپ صرف پانی اور کھجور تناول فرماتے تھے اور اِس طرح گزارا ہو جاتا (صحیح مسلم:۲۹۷۲) اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے۔ بعض انصار جو آپ ہمسائے تھے، وہ آپ کی خدمت میں دودھ پیش کیا کرتے تھے۔ لہٰذا قناعت شعار نبی ﷺ کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے یہ بھی ایک مناسب ذریعہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے ہی سبب بنایا تھا۔

⑥ مالِ غنیمت

چونکہ جہاد فی سبیل اللہ کا ایک ثمرہ مالِ غنیمت بھی ہوتا ہے۔ اگرچہ پہلی اُمتوں کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا، لیکن اُمتِ محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مالِ غنیمت کو حلال قرار دیا۔

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «وأُحلَّتْ لي الغنائم» (صحیح بخاری:۳۱۲۲)

''اور میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے۔''

مالِ غنیمت میں سے رسول اللہ ﷺ کا حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر تھا جسے اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

﴿ اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَأَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی ﴾ (الانفال:۴۱)

''جان لو کہ جو کچھ تمھیں مالِ غنیمت سے ملے تو اللہ اور اُس کے رسول کا اُس میں سے پانچواں حصہ ہے۔''

مالِ غنیمت میں سے آپ ﷺ کو پانچواں حصہ بطورِ مالِ خمس ملتا تھا جو بیت المال کا حصہ ہوتا تھا مگر اس سے آپ ﷺ کی ضروریات بھی پوری کی جاتیں تھیں۔

رسول اللہ کے لیے تین وصایا تھے: بنو نظیر، خیبر اور باغِ فدک۔(صحیح بخاری:۴۰۳۳، ۴۲۴۰)

اِس میں بنو نظیر کا مال آپ ﷺ کی ذاتی ضروریات، اہل خانہ کا خرچ، مہمانوں کی ضیافت، اور مجاہدین کے ہتھیاروں اور سواریوں پر خرچ ہوتا تھا اور فدک کی پیداوار محتاج مسافروں اور مساکین وغربا کے لیے مختص تھی اور خیبر کی پیداوار تین حصوں میں تقسیم تھی: دو عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے اور ایک حصہ آپ ﷺ کے اہل وعیال پر خرچ ہوتا تھا اور خیبر کی زمین رسول ﷺ نے اہل خیبر کو نصف پیداوار لینے کے معاہدہ پر دے رکھی تھی۔

یہ جائیداد اور زمین رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اُن کی آمدن کا حصہ ہی تھی جو بعد میں وصیت کے مطابق تقسیم نہیں ہوئی تھی بلکہ بیت المال میں ہی شامل ہوگئی اور اہل بیت کا گذر اَوقات بیت المال کے وظیفہ سے ہی ہوتا رہا۔

⑦ مالِ فے

مالِ فے ایسے مال کو کہتے ہیں جو دشمن سے لڑائی کئے بغیر حاصل ہو جائے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ہی خاص تھا۔ اور آپ کو اختیار بھی تھا کہ اس میں سے جس کو چاہیں دیں۔

باغِ فدک جو کہ بنو نضیر کی جلا وطنی کے وقت آپؐ کو اللہ نے عطا کیا تھا، بطورِ مالِ فئے رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔ آپ اس میں سے کچھ حصہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے تھے اور کچھ حصہ غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

⑧ بیت المال سے مقررشدہ حصہ

بیت المال میں سے بھی رسول اللہ ﷺ کا حصہ مقرر تھا اور اِس سے آپ کے اہل وعیال پر خرچ کیا جاتا تھا۔آپ ﷺ نے خیبر کی زمین نصف پیداوار پر مزارعت کے لیے دے رکھی تھی۔(صحیح بخاری:۴۲۴۰،۴۲۴۷)ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی کفالت کا انتظام یہ تھا کہ بنو نظیر کے نخلستان جو آپ کو مالِ غنیمت میں آپ کے حصہ کے طور پر ملے تھے،کی پیداوار میں سے اِن قانتات (صبر کرنے والیوں) کا حصہ مقرر کیا تھا جسے فروخت کرکے ان کی سال بھر کی گذران کا سامان کیا جاتا تھا۔ جب خیبر فتح ہوا تو تمام ازواجِ مطہراتؓ کے لیے فی کس ۸۰ وسق کھجور اور ۲۰ وسق جَو سالانہ مقرر ہوا تھا۔ یہ طریقۂ کفالت حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں بھی چلتا رہا۔ جب حضرت عمرؓ کا زمانۂ خلافت آیا تو بعض ازواجِ مطہرات جن میں حضرت عائشہؓ بھی شامل تھیں، نے پیداوار کی بجائے زمین لے لی تھی۔

⑨ یہودی مخیریق کی جائیداد کا تحفہ

مخیریق قبیلہ بنو قینقاع کا یہودی تھا،امیر ترین آدمی تھا۔ آنحضرت ﷺ سے اس کی انتہائی عقیدت تھی۔ اس کے سات باغ تھے۔ وہ آپ ﷺ کی معیت میں غزوۂ اُحد میں شریک ہوا اُس نے غزوہ میں شرکت کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ اگر وہ فوت ہوجائے تو اُس کے باغات آپ ﷺ کی ملکیت ہوں گے۔ وہ اس غزوہ میں قتل ہوگیا اور اس کے باغات کی ساری آمدنی آپ ﷺ کے لیے تھی۔آپ ﷺ نے ان باغات کو اپنے قبضہ میں رکھا، پھر وقف کردیئے۔عثمان بن وثابؒ سے مروی ہے کہ وہ سات باغ یہ تھے:

① الأعواف ② الصافية (الصانقة) ③ الدلال

④ المثيب ⑤ برقة ⑥ حسنى

⑦ مشربہ اُمّ إبراهيمؓ (یہ نام اس لیے تھا کہ آپ ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیمؓ کی والدہ ماریہ قبطیہؓ اس باغ میں قیام فرماتھیں)

بعد میں آپ ﷺ نے وہ باغات وقف کردیئے اوران کی آمدنی غربا اور مساکین پر خرچ ہوتی تھی۔(الطبقات الكبرىٰ:۱/۵۰۱)

www.KitaboSunnat.com

⑨ غیر ملکی بادشاہوں کے تحائف

① جب رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی طرف اسلام قبول کرنے کے لیے خط لکھا تو اُس نے آپؐ کے قاصد کا بہت احترام کیا اور قاصد کو رسول اللہ ﷺ کے لیے کافی تحفے تحائف دیئے جن میں قیمتی کپڑے بھی شامل تھے اور اُمّ حبیبہ بنتِ ابوسفیان کا نکاح آپ ﷺ سے کروایا اور ۴۰۰ دینار حق مہر دیا۔ (تجلیاتِ نبوت:۱/۲۳۴)

② شاہِ مقوقس نے آپ ﷺ کی خدمت کے لیے ۱۰۰ دینار، دو لونڈیاں، مشہور قباطی کپڑوں کے ۲۰ جوڑے، بنہا کا شہد، خوشبو، شیشے کا پیالہ اور سواری کے لیے 'دلدل' نامی بہترین خچر بھیجا۔ (سیرۃ النبی:۳/۵۱۴)

③ خیبر فتح ہوا تو آپ ﷺ کو تحفے میں ایک بکری دی گئی تھی۔ (بخاری:۴۲۴۹)

نبی ﷺ صدقہ قبول نہیں کرتے تھے، ہدیہ اور تحفہ بخوشی قبول فرماتے تھے اور اکثر اَوقات تحفہ بھیجنے والے کو اُس سے بہتر تحفہ دیا کرتے تھے۔ مجموعی طور پر آپ کی آمدن میں ایک مناسب حصہ تحائف کا شامل تھا جس میں مسلمانوں کے تحائف کے علاوہ مدینہ کے غیر مسلموں کی طرف سے ہدایا کے ساتھ ساتھ غیر ملکی حکمرانوں کے تحائف بھی شامل تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ حالات کی ساری نزاکتوں اور معاشی اُتار چڑھاؤ کے باوجود آپ ﷺ نے اپنے دامن کو داغدار ہونے سے بچایا اور کبھی کسی کے سامنے دست دراز نہیں کیا، لیکن ہمارے ہاں اکثر سیرت نگاروں اور واعظین نے سیرتِ نبویؐ کے تذکرے میں سرورِ دو عالم ﷺ کی یتیمی اور غریبی کو اس انداز میں پیش کیا ہے کہ خوفناک قلاش شخص کی تصویر سامنے آتی ہے۔ اور آج کا طالب علم جب موجودہ دور اور معاشرے کے یتیم، مفلس اور قلاش شخص کا تصور سامنے لاتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ گویا کوئی مظلوم زمانہ، پھٹے پرانے کپڑوں والا اور کمزور جسم وجان والا شخص سامنے آتا ہے۔ حالانکہ سرورِ دو عالم ﷺ کا معاملہ اس سے یکسر مختلف تھا، آپ نے دولت کی فراوانی کے باوجود بھی غربت اور سادگی کو پسند کیا اور عاجزی اور انکساری کو اوڑھنا بچھونا بنایا۔

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دولت آپؐ کے پاس آتی نہیں، دولت تو آپؐ پر نچھاور ہوتی نظر

آتی ہے کہ تجارت کے زمانہ میں لوگ اپنا مال دھڑا دھڑ آپ کے قدموں پر نچھاور کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں بڑا تجارتی منافع آپ کو حاصل ہوتا نظر آتا ہے، لیکن آپؐ نے اپنی سارا مال فلاحِ انسانیت اور خدمتِ دین کے لیے وقف کردیا۔

بحیثیتِ مجموعی آپ ﷺ کی زندگی کا معاشی پہلو فقر و فاقہ کی زینت سے ہی خوشنما نظر آتا ہے اور کرتے بھی کیا؟ آپ ﷺ کو تو قاسم بنا کر بھیجا گیا تھا اور قاسم بھی ایسا کریم کہ اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھا اور سارے کا سارا فقراء اور محتاجوں کو بانٹ دیا۔ سادہ لباس میں ملبوس، حالانکہ قیمتی لباس بھی زیب تن کرسکتے تھے مگر سادہ لباس کے بھی کئی کئی جوڑے نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ لا یُطوٰی له ثوب کبھی آپ کا کوئی کپڑا تہ کرکے نہ رکھا گیا تھا۔

گھر میں اکثر فاقہ رہتا تھا۔ رات کے وقت تو اکثر اوقات سارا گھرانہ نبوی بھوک اوڑھ کر سوتا۔ رسول کریم ﷺ کے کاشانۂ مبارک میں کئی راتیں متواتر ایسی گزر جاتیں کہ آپ ﷺ اور آپ کے گھر والوں کو کھانا نصیب نہ ہوتا۔ مسلسل دو دو مہینے تک آگ کو یہ سعادت حاصل نہ ہوئی کہ وہ آپ ﷺ کے گھر میں جلے۔ (صحیح مسلم:۲۹۷۲)

سرورِ دوعالم کی تجارتی زندگی سے یہ بات اظہر من الشّمس ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں ناجائز ذرائع آمدن کے بے شمار مواقع میسر تھے۔ یعنی عربوں میں شراب فروشی، جوا کی کمائی، قافلوں کی لوٹ کھسوٹ کی کمائی، سود کی منافع خوری، سٹہ بازی جیسے قبیح ذرائع معاش فخر و غرور کی نحوست کے ساتھ موجود تھے، لیکن خلقِ عظیم کے مالک شخص محمد رسول اللہؐ نے ہر طرح کے ناجائز طریقوں سے اپنے دامن کو محفوظ رکھا اور کسبِ حلال کو اختیار کیا۔ قرآنِ مجید زندگی کے اس پہلو کو اس انداز میں پیش کرتا ہے:

﴿لَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ (یونس:۱۶)

''میں اس سے قبل بھی تمہارے ساتھ ایک عرصہ گذار چکا ہوں، کیا تم عقل نہیں رکھتے۔''

رسول کریم ﷺ کی سیرت مطہرہ کے چند نقوش

رسولِ کریم ﷺ کی معاشی زندگی کے باب سے چند نقوش خلاصہ کے طور پر پیش خدمت ہیں جو اُمت کی رہنمائی میں زرّیں اُصول کا درجہ رکھتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

① مسلمان کو انتھک محنتی اور جفاکش ہونا چاہیے نہ کہ سست اور کاہل، کیونکہ رسول ﷺ نے ہمیشہ سستی سے پناہ مانگی ہے۔ (صحیح بخاری:۶۳۶۹)

② اس عارضی جہانِ رنگ و بو میں ہر انسان کو زندگی کے سانس جینے کے لیے اپنی مدد آپ کے اُصول کے تحت کوئی نہ کوئی پیشہ و روزگار اختیار کرنا چاہیے، تاکہ دوسروں کے سامنے دست دراز کرنے کی بجائے کمزوروں کی دستگیری کی جائے۔

③ ہر انسان کو اپنی حیثیت، استعداد اور وسائل کو بھرپور بروئے کار لانا چاہیے تاکہ انسانی معاشرہ سے کم ہمتی کا خاتمہ ہو، جواں جذبے پروان چڑھیں اور اجتماعی استعدادِ کار میں اضافہ ہو۔﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾(النجم:۳۹)''انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اُس نے کوشش کی۔'' لہٰذا مجموعی محنت زیادہ ہوگی تو ثمرات بھی بے پناہ ہوں گے اور غربت و افلاس کی جگہ ترقی و خوشحالی کا دور دورہ ہوگا۔

④ فرزندانِ اسلام کو ذریعۂ معاش اختیار کرتے ہوئے جاہلی معاشی تقسیم کو آڑ نہیں بنانا چاہیے یعنی پیشوں کی اونچ نیچ میں نہیں پڑنا چاہئے بلکہ اُسوۂ رسول کو معیار سمجھنا چاہیے (کہیں غلہ بانی ہے اور کہیں تجارت کی نگرانی) پیشوں کی طبقاتی تقسیم ہر دور میں جاہلی معاشروں کی شناخت و امتیاز رہی ہے، جیسا کہ مشرکین مکہ بھی کہتے تھے:

﴿قَالُوْا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۝ وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الشعراء:۱۱۱۔۱۱۴)

''کافروں نے کہا: کیا ہم ایمان لائیں تجھ پر اور تیری پیروی کی ہے رذیل لوگوں نے۔ آپؑ نے فرمایا: میں کیا جانوں کہ ان کا پیشہ کیا ہے، اِس کا حساب تو میرے رب پر ہے اگر تم سمجھو، اور میں ایمان والوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں۔''

یہی معاشی طبقاتی تقسیم ہندو معاشرے میں عروج پر ہے جب کہ اسلام میں تو «الكاسب حبيبُ الله» کی تعلیم و تربیت دی گئی ہے۔ لہٰذا فارغ رہ کر وقت اور صلاحیتوں کو ضائع کرنے کی بجائے کسی بھی صورت میدانِ عمل میں اُترنا چاہیے۔

⑤ انسان ذاتی مفاد کے ساتھ ساتھ اجتماعی مفاد کو بھی مدنظر رکھے اور دوسرے لوگوں کو بھی

www.KitaboSunnat.com

زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانے کی سعی کرے تاکہ انسانی معاشرے میں ہمدردی، غمگساری اور باہمی تعاون کی رِیت بتدریج ترقی پائے: ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدۃ:۲)

''اور نیکی اور پرہیز گاری کے لیے تعاون کرو، زیادتی اور سرکشی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

⑥ مال کی فروانی کے باوجود بھی ذاتی ضروریات پر انتہائی مناسب خرچ کرنا چاہیے۔ اور ضرورت سے زائد اَموال کو مفاداتِ عامہ، فلاحِ انسانیت، اور فی سبیل اللہ کی مَد میں خرچ کرنا چاہیے: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ (البقرۃ:۲۱۹)

''آپ سے سول کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو کہہ دیجیے کہ زائد اموال۔''

⑦ رزقِ حلال کمانا بہت بڑی نیکی ہے اور اِس نیکی کو اسلام کی معاشی ہدایات کے مطابق بجا لانا چاہیے۔ اپنی تجارتی اور دفتری زندگی کو صدق وامانت اور عہد و وفا جیسے اَوصافِ حمیدہ سے مزین کرنا چاہیے۔

⑧ حلال وحرام کا مسئلہ ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیے، کیونکہ یہ اسلامی معیشت میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

⑨ اپنا پیٹ پالنے کے لیے کسی دوسرے کا نوالہ چھیننے کی کوئی تدبیر وعمل ہماری معاشی جدوجہد کا حصہ نہیں ہونا چاہیے۔

⑩ ساری معاشی جدوجہد بروئے کار لاکر بھی توکل خالق ومالک پر کرنا چاہیے، کیونکہ

﴿إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوا الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ﴾ (الذاریات:۵۸)

''اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں توانائی والا اور زور آور ہے۔''

﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا﴾ (ہود:٦)

''زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔''

اور ﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ (الذاریات:۲۲)

''اور تمھاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے۔''

◉ ◉ ◉

www.KitaboSunnat.com

اَحکام ومسائل

شیخ محمد بن صالح العثیمینؒ ☆
ترجمہ: کامران طاہر

حج سے متعلق بعض اہم فتاویٰ

بے نماز کے حج کا حکم

① **سوال:** ایسا شخص جو نہ تو نماز پڑھتا ہو اور نہ ہی روزہ رکھتا ہو اس حالت میں اس کے حج کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور اللہ سے اگر وہ توبہ کرلے تو کیا اس کے ذمہ ترکِ عبادات کی قضا ہے؟

جواب: نماز کو ترک کر دینا کفر ہے اور ملت اِسلامیہ سے خارج کر دینے والے اور اَبدی جہنم کا موجب ہے جس طرح کہ قرآن وحدیث اور اقوال سلف سے ثابت ہے لہٰذا وہ شخص جو نماز کا تارک ہے اس کے لیے مکہ میں داخل ہونا حلال نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ (التوبہ:۲۸)

''بے شک مشرک ناپاک ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔''

اور اس حالت میں اس کا حج قبول نہیں ہے وہ کفر کی حالت میں حج کر رہا ہے اور کافر کی عبادت قبول نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ﴾

''ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی ہی سے نماز کو آتے ہیں اور برے دل سے ہی خرچ کرتے ہیں۔''

رہا مسئلہ ان اَعمال کا جن کو وہ ترک کر چکا ہے تو اس پر ان کی قضا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ

انتخاب: فتاوٰی أرکان الإسلام لشیخ محمّد بن صالح العثیمین، مطبوعہ، دار الثریا، الریاض

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں: ﴿قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ﴾ (الانفال:۳۸)

''آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آ جائیں تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں معاف کر دیئے جائیں گے۔''

جس سے ان جیسے گناہ سرزد ہو گئے ہوں چاہیے کہ وہ اللہ سے سچی توبہ کر لے اور اللہ کی اِطاعت میں ہمیشگی کرے اور اَعمال صالحہ کی کثرت سے اللہ کا تقرب حاصل کرے توبہ اور استغفار کثرت سے کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾

''(میرے بارے میں) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہو جاؤ۔''

یہ آیت توبہ کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی پس ہر گناہ جس سے بندہ توبہ کرے خواہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کا گناہ ہی کیوں نہ ہو، اللہ اس کی توبہ ضرور قبول کرتا ہے۔ واللہ الهادي إلى سواء الصراط (فتاویٰ ارکان الاسلام، ص ۴۹۹)

اِستطاعت کے باوجود حج کرنے میں تاخیر کرنا

④ **سوال:** اکثر طور پر بعض مسلمان خاص طور پر نوجوانوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ فریضۂ حج کی اَدائیگی کی استطاعت اور وسائل پورے ہونے کے باوجود سستی اور تاخیر کرتے ہیں اور پھر وہ آخرکار دیگر مصروفیات کی وجہ سے معذور ہوجاتے ہیں۔ ان کے بارے میں آپ کی شرعی رائے کیا ہے۔ بعض اوقات یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ باپ اپنے بیٹوں کو کوئی گزند پہنچنے کے ڈر سے فریضۂ حج کی اَدائیگی سے روک دیتے ہیں یا پھر یوں کہہ دیتے ہیں کہ یہ ابھی چھوٹے ہیں جب کہ ان پر فریضۂ حج کی شرائط پوری ہو رہی ہوتی ہیں۔ والدین کے اس فعل کا کیا حکم ہے اور اس مسئلہ میں بیٹوں کا ان کی اِطاعت کرنا کیسا ہے؟

جواب: یہ بات معروف ہے کہ حج اسلام کے اَرکان میں سے ایک رکن اور اس کی عظیم بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔ لہٰذا جب کسی کے حق میں حج کے وجوب کی شرائط پوری

www.KitaboSunnat.com

ہوجائیں تو اس وقت تک اس شخص کا اسلام مکمل نہیں ہوتا، جب تک وہ حج نہ کرلے اور جس کے حق میں حج کے وجوب کی شرائط پوری ہوجائیں، اس کے لیے حج کو مؤخر کرنا جائز نہیں، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اَحکام کو فوری بجا لانا چاہئے، اس بنا پر کہ انسان نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ آئندہ کیا پیش آنے والا ہے؟ ہوسکتا ہے کہ وہ تنگدست ہوجائے یا حالت مرض میں مبتلا ہوجائے یا مرجائے۔ ماں باپ کے لئے اپنے بیٹوں کو جب کہ ان پر حج کی شرائط پوری ہورہی ہوں اور دین واَخلاق کے اعتبار سے اُنہیں شریکِ سفر بھی میسر ہوں، جائز نہیں کہ وہ اُنہیں فریضۂ حج سے روکیں اور نہ بیٹوں کے لیے جائز ہے کہ ان پر حج فرض ہوجانے کے بعد اپنے ماں باپ کی اس مسئلہ میں اطاعت کریں، کیونکہ «لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق» ''خالق کی معصیت میں مخلوق کی اِطاعت جائز نہیں'' سوائے اس کے کہ والدین کوئی شرعی عذر پیش کریں تو اس عذر کے زائل ہونے تک حج میں تاخیر کی جاسکتی ہے۔ (ص۵۰۰،۵۰۱)

قرض دار کا حج

③ **سوال:** کیا مقروض شخص پر حج کرنا لازمی ہے؟

جواب: جب انسان پر اس کے پاس موجود مال کے برابر ہی قرض ہو تو اُس پر حج واجب نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ نے حج اسکی استطاعت رکھنے والے پر ہی فرض کیا ہے، فرمانِ ربانی ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ (آلِ عمران:۹۷)

''اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ جو اس کے گھر تک جانے کی استطاعت رکھے وہ حج کرے۔''

اور جس کا قرض اس کے پاس موجودہ مال پر حاوی ہوجائے، گویا وہ حج کی استطاعت والا نہیں ہے۔ اس صورت میں پہلے وہ اپنا قرض ادا کرے پھر اس کے لیے آسانی ہو تو حج کرے۔ ہاں اگر قرض اس کے پاس موجود مال سے اتنا کم ہے کہ بچے ہوئے مال سے حج کرسکتا ہے تو وہ اپنا قرض اُتار کر حج کرے، چاہے وہ حج فرض ہو یا نفل۔ اگر فرض حج ہے تو اُسے ادا کرنے میں جلدی کرنی چاہئے اور نفلی حج میں اسے اختیار ہے اگر ادا کرنا چاہے تو کرے، نہ کرنا چاہے تو اس پر گناہ نہیں ہے۔ (ص۵۰۱)

www.KitaboSunnat.com

حجِ بدل کرنے والے کے پاس حج کے خرچ سے بچ جانیوالی رقم کا حکم

④ **سوال:** جب کوئی انسان کسی دوسرے کے لیے اُجرت لے کر حج کرے اور اس خرچ میں سے رقم بچ جائے تو کیا دینے والا یہ رقم واپس لے سکتا ہے؟

جواب: جب کوئی کسی سے حج کے لیے رقم لے اور حج ادا کرنے کے بعد رقم بچ جائے تو بچ جانے والی رقم دینے والے کو واپس کرنا لازم نہیں، سوائے اس کے کہ اس نے حج کرنے والے کو کہا ہو کہ اس میں سے حج کرلو اور یوں نہ کہا ہو کہ اس کے ساتھ حج کرلو، کیونکہ جب اس نے یہ کہا کہ ''اس میں سے حج کرلو۔'' تو اس صورت میں حج کرنے والے کو بچ جانے والی رقم لوٹانا ضروری ہے اور اس کا یہ کہنا ''اس کے ساتھ حج کرلو۔'' اس سے حج کرنے والے کو رقم لوٹانا ضروری نہیں، اِلا یہ کہ رقم دینے والا شخص حج کے اخراجات سے واقف نہ ہو اور اسے یہی گمان ہو کہ حج کے بہت زیادہ اخراجات ہوتے ہیں۔ اسی عدمِ واقفیت کی بنا پر وہ حج کرنے والے کو زیادہ رقم دے دیتا ہے۔ اس صورت میں رقم لینے والے پر واجب ہے کہ خرچ کی تفصیلات اسے بتا دے کہ حج میں یہ یہ خرچ ہوا ہے اور آپ نے مجھے استحقاق سے زیادہ رقم دے دی ہے۔ اب اگر رقم دینے والا یہ رقم واپس نہ لے اور اسے دے دے تو لینے والے کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ص:۴۰۹)

عورت کا محرم کے بغیر حج اور بچے کا محرم بننا

⑤ **سوال:** جب عورت محرم کے بغیر حج کرے تو کیا اس کا حج ادا ہوجائے گا؟ کیا باشعور بچہ محرم ہوسکتا ہے؟ اور محرم کے بارے کیا شرائط ہیں؟

جواب: اس کا حج صحیح ہے، لیکن اس کا یہ عمل اور محرم کے بغیر سفر کو نکلنا حرام اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لا تسافر امرأة إلا مع ذي محرم» (صحیح بخاری:۱۸۸۲)

''عورت کسی محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔''

چھوٹا اور نابالغ بچہ محرم نہیں بن سکتا، کیونکہ وہ تو خود سرپرستی اور دیکھ بھال کا محتاج ہے اور

جس کی اپنی حالت یہ ہو تو وہ کسی دوسرے کا محافظ اور والی کیسے بن سکتا ہے۔ محرم کے لیے شرائط یہ ہیں کہ وہ مسلمان ہو، مذکر ہو، بالغ اور عاقل ہو وگرنہ وہ محرم کی تعریف میں نہیں آتا۔

اَفسوس ناک بات یہ ہے کہ بعض عورتیں ہوائی جہاز کے ذریعے بغیر محرم کے سفر کے بارے میں سستی کا مظاہرہ کرتی ہیں اور اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے محرم نے اُنہیں ایئرپورٹ سے جہاز کے روانہ ہوتے وقت رخصت کیا اور دوسرا محرم دوسرے ایئرپورٹ سے جہاز اُترتے وقت وصول کرلیتا ہے اور سفر کے دوران جہاز میں ویسے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔

درحقیقت یہ دلیل کمزور ہے، کیونکہ اس کا محرم اسے جہاز کے اندر جاکر تھوڑی رخصت کرتا ہے بلکہ وہ تو اسے لاؤنج میں داخل کرآتا ہے۔ بسا اوقات جہاز کی اُڑان میں تاخیر ہوجاتی ہے جس سے اس وقت کے دوران عورت کے گم ہوجانے کا خطرہ موجود رہتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اُڑتا ہوا جہاز کسی وجہ سے اپنے ایئرپورٹ پر لینڈ نہیں کرسکتا تو اسے کسی اور ایئرپورٹ پر اُترنا پڑتا ہے ان حالات میں بھی عورت کے گم ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوجاتا ہے کہ طیارہ اپنے ایئرپورٹ پر تو اُتر جاتا ہے، لیکن اس عورت کا محرم بیماری یا نیند یا کسی ٹریفک حادثہ کی وجہ سے ایئرپورٹ پہنچ نہیں پاتا اور اسے ریسیو کرنے سے رہ جاتا ہے۔ بالفرض اگر مذکورہ تمام صورتیں نہ پیش آئیں یعنی جہاز بروقت آجائے اور اسے ریسیو کرنے والا محرم بھی بروقت ریسیو کرلے، لیکن ایک آفت پھر بھی موجود ہے کہ ہوسکتا ہے جہاز میں عورت کے پاس کسی ایسے شخص کی سیٹ ہو جو اللہ سے ڈرنے والا نہ ہو اور اس کے بندوں پر رحم کرنے والا نہ ہو، وہ اسے پھسلالے اور وہ عورت اس کے دھوکہ میں آجائے اور پھر وہ فتنہ وخرابی پیدا ہو جو اس طرح کے واقعات میں ہوتی ہے۔

لہٰذا عورت کو لازمی طور پر اللہ سے ڈر جانا چاہئے اور چاہیے کہ وہ محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔ یہی شریعت اسلامیہ کا منشا ہے۔ اس طرح عورتوں کے سرپرست مردوں پر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ جنہیں اللہ نے اُن پر قوّام بنایا ہے کہ وہ اللہ سے ڈر جائیں اور اپنی عورتوں کے بارے میں سستی نہ برتیں کہ جس سے اُن کی دینی حمیت وغیرت جاتی رہے۔ انسان کو اس کے

www.KitaboSunnat.com

گھر والوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اُس کے پاس امانت کے طور پر دیا ہے۔فرمانِ خداوندی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (التحریم:۶)

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم اللہ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔'' (ص ۵۰۸)

حج وعمرہ کی نیت زبان سے کرنے کا حکم

⑥ **سوال:** حج وعمرہ کے وقت تلبیہ کے علاوہ نیت کا زبان سے ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب: عمرہ کا تلبیہ یہ ہے: لبّيك عمرةً اور حج کے تلبیہ کے الفاظ لبّيك حجًّا (یہ حج وعمرہ کا زبانی اقرار ہیں، نہ کہ نیت) باقی نیت کے کوئی الفاظ نہیں یعنی عمرہ اور حج کرنے والا یہ نہیں کہے گا: اللهم إني أريد العمرة یا اللہ! میں عمرہ کی نیت کرتا ہوں یا اللهم إني أريد الحجّ یا اللہ! میں حج کی نیت کرتا ہوں، کیونکہ ایسا کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔ (اس لیے کہ نیت دل کا فعل ہے۔) (ص:۵۱۳)

ہوائی جہاز میں نماز کی ادائیگی اور احرام باندھنا

⑦ **سوال:** ہوائی جہاز میں نماز کی ادائیگی کا طریقہ اور احرام باندھنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: ہوائی جہاز میں نماز کی ادائیگی

کی درج ذیل صورتیں ہیں:

① نفل نماز وہ اپنی سیٹ پر بیٹھے پڑھ لے، اگرچہ ہوائی جہاز کا رخ جس سمت میں بھی ہو۔ رکوع اور سجدے اشارہ سے کرے اور سجدوں میں رکوع سے نسبتاً زیادہ جھکے۔

② فرض نماز ہوائی جہاز میں صرف اس صورت میں پڑھ سکتا ہے جب تمام نماز میں قبلہ کی سمت درست رہے اور رکوع وسجود اور قیام وقعود کی ادائیگی ممکن ہو۔

www.KitaboSunnat.com

③ اگر ایسا ناممکن ہو تو وہ نماز کو مؤخر کر دے اور جب جہاز اُترے تو زمین پر نماز ادا کرے۔ اگر اس کو جہاز کے اُترنے سے پہلے نماز کے وقت کے نکل جانے کا خوف ہو تو نماز کو اگلی نماز تک مؤخر کر لے اور دونوں نمازوں کو جمع کر لے: ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشا کے ساتھ۔ اگر اس کو دوسری نماز کے وقت کے نکل جانے کا ڈر ہو تو وہ ہوائی جہاز میں ہی دونوں کو پڑھ سکتا ہے اور نماز کی شرائط وارکان اور واجبات کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ مثلاً اگر طیارہ غروبِ شمس سے ذرا پہلے پرواز کرتا ہے اور وہ ابھی فضا میں ہے کہ سورج غروب ہوجاتا ہے تو اس حالت میں وہ ہوائی جہاز میں نماز نہ پڑھے بلکہ جہاز کے اُترنے کے بعد زمین پر نماز ادا کرے۔ البتہ اگر اسے مغرب کے وقت کے نکل جانے کا خطرہ ہو تو وہ عشا کی نماز تک مغرب کو مؤخر کر لے اور اُترنے کے بعد 'جمع تاخیر' کر لے اور اگر اسے عشاء کی نماز کے وقت کے نکلنے کا ڈر ہو تو وہ مغرب اور عشا جہاز ہی میں پڑھ لے، لیکن یہ ذہن میں رہے کہ عشا کا وقت آدھی رات تک ہوتا ہے۔

④ ہوائی جہاز میں فرض نماز کا طریقہ اس طرح ہے کہ وہ نماز کے لیے قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوجائے۔ اللہ اکبر کہے، سورۂ فاتحہ سے پہلے استفتاح کی مسنون دعا پڑھے۔ اس کے بعد قرآن کا کچھ حصہ، پھر رکوع کرے پھر رکوع سے اُٹھے اور اطمینان سے کھڑا ہوجائے۔ پھر سجدہ کرے پھر سجدہ سے اُٹھتے ہوئے بھی اطمینان سے بیٹھے پھر دوسرا سجدہ کرے۔ باقی نماز اسی طرح اطمینان سے پڑھے۔ اگر اس کے لیے سجدہ کرنا مشکل ہو تو وہ بیٹھ جائے اور بیٹھے بیٹھے اشارہ سے سجدہ کرے۔ اسی طرح اگر وہ قبلہ کی سمت نہ جان سکے اور نہ کوئی قابل اعتماد انسان سے اسے معلوم ہو تو خود کوشش کرے اور اپنے اندازے سے ایک طرف منہ کرکے نماز کے لیے کھڑا ہو جائے۔

⑤ ہوائی جہاز میں بھی مسافروں کی طرح نماز پڑھی جائے یعنی چار رکعات والی نماز کی دو رکعتیں جیسا کہ دوسرے مسافر پڑھتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

ہوائی جہاز میں حج وعمرہ کے لیے اِحرام باندھنے کا طریقہ

اس کی بھی چند صورتیں ہیں:

① حج یا عمرہ کے لیے روانہ ہونے والا گھر سے ہی غسل کرے اور اپنے معمول کا لباس پہنے رکھے اور اگر چاہے تو احرام باندھ لے۔

② اگر اس نے پہلے سے احرام نہ باندھا ہو تو جب طیارہ اس کے میقات پر آئے تو وہ احرام باندھ لے۔

③ جب ہوائی جہاز میقات پر آجائے تو حج وعمرہ کی نیت کرے۔ اپنے حج یا عمرہ کی نیت کے مطابق تلبیہ پڑھے۔

④ اگر اس نے جہاز کے میقات پر آنے سے پہلے غفلت سے بچتے ہوئے اور بھول جانے کے خوف سے اِحرام باندھ لیا تو کوئی حرج نہیں۔ (ص:۵۱۶تا۵۱۸)

احرام باندھنے کے بعد غسل کرنا

⑧ **سوال:** کیا محرم غسل کرسکتا ہے؟

جواب: محرم کے غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں، چاہے وہ ایک دفعہ غسل کرے یا دو دفعہ اور یہ نبی ﷺ سے ثابت ہے لیکن احرام کی حالت میں اگر وہ محتلم ہوجاتا ہے تو اس پر غسل واجب ہوجائے گا اور احرام کے لیے غسل سنت ہے۔ (ص:۵۱۹)

اِحرام باندھنے کے لیے نماز کا حکم

⑨ **سوال:** کیا اِحرام کے لیے کوئی نماز ہے؟

جواب: اِحرام کے لیے کوئی مخصوص نماز نہیں ہے لیکن جب انسان اپنے میقات پر پہنچ جائے اور فرض نماز کا وقت بھی قریب ہو تو افضل یہی ہے کہ وہ احرام کو مؤخر کردے۔ پہلے فرض نماز ادا کرے پھر اِحرام باندھے اور اگر وہ ایسے وقت میں میقات پہنچا ہے کہ اس وقت کسی فرض نماز کا وقت نہیں تھا تو وہ جنابت کے غسل کی طرح غسل کرے، خوشبو لگائے اور احرام کے کپڑے پہن لے۔ اگر اس وقت چاشت کا وقت ہے تو چاہے تو پڑھ لے، اگر

www.KitaboSunnat.com

چاشت کا وقت نہیں تو تحیۃ الوضوادا کرے اور اسکے بعد احرام باندھے، یہ مستحسن عمل ہے باقی احرام کے لیے کوئی خاص نماز نہیں اور نہ ہی نبی ﷺ سے ایسی کوئی نماز ثابت ہے۔ (ص:۵۱۹)

احرام کی حالت میں کنگھی کرنا

⑩ **سوال:** کیا احرام کی حالت میں کنگھی کرنا جائز ہے؟

جواب: محرم کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کنگھی کرے بلکہ محرم کے لیے یہی ہے کہ اسے پراگندہ بالوں اور غبار آلود رہنا چاہیے، البتہ اس کے غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ سر میں کنگھی کرنے سے بالوں کے گرنے کا اندیشہ ہے، لیکن اگر غیر ارادی طور پر کھجلی وغیرہ کرنے سے بال گر جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ بال گرانے میں اس کا ارادہ شامل نہیں تھا۔ اسی طرح محرم کے لیے ایسے تمام ممنوع اُمور جن کا انسان غیر ارادی طور پر یا بھول اور غلطی سے ارتکاب کر لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ (الاحزاب:۵)

''تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں البتہ گناہ وہ ہے جس کا ارادہ تم دل سے کرو اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ (البقرۃ:۲۸۶)

''اے ہمارے ربّ ہم نے بھول اور خطا سے کئے کاموں کا مؤاخذہ نہ کرنا۔''

تو اللہ کہتے ہیں میں نے ایسا ہی کر دیا۔

خاص طور پر محرم کے لیے شکار کرنا ممنوع ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنتُمْ حُرُمٌ وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾ (المائدۃ:۹۵)

اس آیت میں مُتعمّدًا کی قید اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ جس نے جان بوجھ کر شکار نہ کیا تو اس پر فدیہ نہیں ہے۔ یہ قید احترازی ہے اور حکم کے لیے مناسب ہے جو جان بوجھ کر

کرے تو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ بدلہ دے اور جو غیر ارادی طور پر شکار کرے تو اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ بدلہ نہ دے۔ دین اسلام سہولت اور آسانی کا دین ہے۔ اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی انسان بھول کر یا لاعلمی میں ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب کرلے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں اور نہ اس کا حج وعمرہ فاسد ہوتا ہے جیسا کہ جماع سے فاسد ہوجاتا ہے شرعی دلائل اسی کے متقاضی ہیں جس کا ہم اشارہ کر آئے ہیں۔ (ص:۵۲۲)

محرم چھتری استعمال کرسکتا ہے اور بیلٹ باندھ سکتا ہے

⑪ **سوال:** محرم کے لیے چھتری کا استعمال کیسا ہے؟ اور ایسی بیلٹ باندھنے کا کیا حکم ہے جب کہ اس پر سلائی کی گئی ہوتی ہے؟

جواب: سورج کی تپش سے بچنے کے لیے سر پر چھتری تاننے میں کوئی حرج نہیں اور یہ نبی ﷺ کی طرف سے محرم مرد کے سر ڈھانپنے کی ممانعت میں نہیں آتا، کیونکہ یہ سر کو ڈھانپنا نہیں ہے بلکہ تپش اور گرمی سے بچاؤ کے لیے سایہ کرنا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ

> ''آپ ﷺ کے ساتھ اُسامہ بن زیدؓ اور بلالؓ تھے۔ ان دونوں میں سے ایک نے آپ کے اونٹ کی مہار تھام رکھی تھی اور دوسرے نے گرمی سے بچانے کے لیے آپ ﷺ پر کپڑا تانا ہوتا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے جمرۂ عقبہ کی رمی کی اور دوسری روایت میں ہے کہ دوسرے نے رسول اللہ ﷺ کے گرمی سے بچانے کے لیے سر پر کپڑا اُٹھایا ہوا تھا۔ (رقم الحدیث:۱۲۹۸)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اِحرام کھولنے سے پہلے احرام کی حالت میں کپڑے کو چھتری کے طور پر استعمال کیا تھا۔

اسی طرح اِزار پر بیلٹ باندھنے میں بھی کوئی حرج نہیں، سوال میں درج ''اس پر سلائی کی گئی ہوتی ہے'' والے نکتے کی وضاحت یہ ہے کہ یہ بعض عوام کا اپنا خیال ہے جو اُنہوں نے علماء کے اس قول کو ''محرم پر سلا ہوا کپڑا احرام ہے۔'' سے اَخذ کیا ہے۔ اس سے اُنہوں نے یہ مفہوم لیا کہ کوئی بھی سلی ہوئی چیز پہننا حرام ہے۔ حالانکہ حقیقت اس طرح نہیں ہے بلکہ علماے کرام کے 'سلے ہوئے کپڑوں' سے مراد وہ تیار شدہ کپڑا ہے جو باقاعدہ کسی عضو کے برابر تیار کیا جاتا ہے اور اسے معمول کے مطابق پہنا جاتا ہے جیسے قمیص اور شلوار وغیرہ، لہٰذا اہل علم کے قول

www.KitaboSunnat.com

سے مراد ہر سلی ہوئی چیز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اگر پیوند شدہ چادر سے احرام بنا لے یا تہہ بند بنا لے تو اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ اس میں پیوند کاری سلائی سے کی ہوتی ہے۔

(ص:۵۲۴،۵۲۵)

طوافِ وداع و اِفاضہ سے پہلے حیض آ جانے پر عورت کیا کرے؟

⑭ **سوال:** حج کرنے والی عورت کیلئے طوافِ وداع سے پہلے حیض آ جانے پر کیا حکم ہے؟

جواب: اس عورت کے بارے میں کہ جو طواف افاضہ کر چکی ہے اور مناسکِ حج بھی مکمل کر چکی ہے، صرف اس کا طوافِ وداع رہتا تھا کہ اسے حیض آ گیا تو اس حالت میں اس عورت سے طوافِ وداع ساقط ہو جائے گا جیسا کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ: «أمر الناس أن يكون آخر عهدهم بالبيت إلا أنه خفّف عن الحائض» (صحیح بخاری:۱۳۲۸)

''لوگوں کو حکم کیا گیا ہے کہ ان کا آخری کام بیت اللہ کا طواف ہو مگر حائضہ عورت کے لیے اس میں تخفیف کر دی گئی ہے۔''

اسی طرح جب نبی ﷺ کو بتایا گیا کہ صفیہ بنت حیی کے مخصوص ایام شروع ہو چکے ہیں اور وہ طوافِ افاضہ کر چکی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: «فانفروا إذن» (صحیح بخاری:۱۷۵۷) اور حضرت صفیہ سے طوافِ وداع ساقط کر دیا۔

جہاں تک طوافِ افاضہ (حج) کا تعلق ہے تو وہ حیض میں بھی ساقط نہیں ہوتا، اس کی یہی صورت ہوتی ہے کہ یا تو عورت مکہ میں ٹھہر جائے اور پاک ہو جانے کے بعد طوافِ افاضہ کرے یا پھر اپنے شہر میں چلی جائے اور پاک ہونے کے بعد طوافِ افاضہ کرے۔ اب جب وہ طواف افاضہ کے لیے آئے تو بہتر یہی ہے کہ وہ عمرہ کرے، سعی کرے اور بال کٹوائے تب اپنا باقی رہ جانے والا طواف یعنی طوافِ افاضہ کرے۔

اگر اس طرح کی کوئی صورت ممکن نہ ہو اور عورت کے لئے بعد میں آنے کی گنجائش بھی نہ ہو تو حیض کی جگہ پر کوئی ایسی چیز رکھ لے جس سے نزولِ حیض رک جائے اور مسجد بھی خراب نہ ہو پھر اس صورت میں راجح قول کے مطابق نظریۂ ضرورت کے تحت وہ طواف کر سکتی ہے۔

(ص:۵۲۹،۵۳۰)

www.KitaboSunnat.com

عورت کے لیے احرام کا لباس کیسا ہو

⑬ **سوال:** احرام والی عورت کے لیے احرام کے کپڑے بدلنا جائز ہیں؟ اور کیا عورت کے لیے احرام کا کوئی خاص لباس ہے؟

جواب: محرمہ عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ احرام کے علاوہ کپڑے بدل سکتی ہے، چاہے اسے کپڑے تبدیل کرنے کی حاجت ہو یا نہ ہو بشرطیکہ وہ لباس اس کی زینت کو مردوں کے سامنے عیاں نہ کررہا ہو۔ لہٰذا یہ خیال رکھتے ہوئے عورت کے کپڑے تبدیل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

عورت کے لیے احرام کا کوئی مخصوص لباس نہیں ہے بلکہ وہ جس طرح کا چاہے لباس پہن سکتی ہے، لیکن وہ نقاب اور دستانے نہیں پہن سکتی، نقاب سے مراد کپڑے کا وہ ٹکڑا ہے جو چہرے پر رکھا جاتا ہے اور اس میں آنکھ کے لیے سوراخ ہوتا ہے اور دستانے وہ ہوتے ہیں جو ہاتھوں پر چڑھائے جاتے ہیں۔ جبکہ مردوں کے لیے احرام کا خاص لباس ہوتا ہے، جس میں تہ بند، چادر، قمیص اور عمامہ نہیں پہن سکتا، اس طرح ٹوپیاں اور موزے بھی نہیں پہن سکتا۔ تاہم عورت کے لیے جرابیں اور موزے پہننے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے عورتوں کو دستانوں سے منع کیا ہے جب کہ جرابوں کی ممانعت وارد نہیں۔ (ص:۵۳۳)

بھول کر یا لاعلمی میں اِحرام کے ممنوعات کے مرتکب کا حکم

⑭ **سوال:** جو شخص بھول کر یا لاعلمی میں اِحرام کے ممنوعات کا اِرتکاب کرلے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جب اس نے احرام باندھنے کے بعد ممنوعات احرام میں کسی کا ارتکاب کیا ہو اور اس نے ابھی نیت نہ کی ہو، کیونکہ اعتبار نیت کا ہی ہوگا نہ کہ صرف احرام کا پہن لینا۔ جب وہ نیت کرے اور حج یا عمرہ میں داخل ہوجائے اب اگر اس نے بھول کر یا لاعلمی میں ممنوعہ فعل کا اِرتکاب کرلیا تو اس پر کوئی حرج نہیں البتہ اگر وہ بھول رہا ہے تو اسے یاد دلا دیا جائے اور اگر وہ لاعلمی کا شکار ہے تو اس کی رہنمائی کردی جائے اس کے بعد اس پر لازم ہوجائے گا کہ وہ ان

www.KitaboSunnat.com

ممنوعات کا ارتکاب نہ کرے۔اس کی مثال یوں ہے:

محرم بھول کر سلا ہوا لباس پہن لے تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی،لیکن جس وقت اسے یاد دلا دیا گیا تو اس پر یہ کپڑے اُتارنا واجب ہو جائے گا،اسی طرح اگر اس نے بھول کر شلوار پہنی ہوئی ہے اور اسے نیت کرنے اور تلبیہ کہنے کے بعد یاد آیا ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ فوراً شلوار کی جگہ احرام کا کپڑا باندھ لے اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں، اسی طرح اگر اس نے لاعلمی میں سویٹر جیسی چیز پہن لی ہے جس کی سلائی نہیں بلکہ وہ بنا ہوا ہوتا ہے اب اس کو یہی پتہ تھا کہ محرم کے لیے اَن سلے لباس میں کوئی حرج نہیں،لیکن اسے علم ہو جانے کے بعد کہ سویٹر جیسا لباس بھی ممنوع ہے اسے اتار دینا چاہیے۔

تمام ممنوعاتِ احرام میں یہ قاعدہ عامہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اگر انسان بھول کر یا لاعلمی میں یا مجبور کر دینے سے ان ممنوعات کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے پر کوئی کفارہ نہیں۔قرآن میں ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ (البقرہ:۲۸۶)

''اے ہمارے رب ہم سے ہماری بھول چوک کا مؤاخذہ نہ کرنا۔''

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا۔

اسی طرح فرمانِ خداوندی ہے:

﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ﴾

''تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں البتہ گناہ وہ ہے جس کا ارادہ تم دل سے کرو۔'' (الاحزاب:۵)

ممنوعاتِ احرام میں سے شکار کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا﴾ (المائدۃ:۹۵) ''جو شخص تم میں سے اس (شکار) کو جان بوجھ کر قتل کرے گا۔''

اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ ان ممنوعاتِ احرام کا تعلق لباس سے ہو،خوشبو سے،شکار سے،یا سر منڈوانے سے ہو،اگرچہ بعض علما نے ان میں فرق کیا ہے،لیکن صحیح بات یہی ہے کہ ان میں کوئی تفریق نہیں،کیونکہ یہ وہ ممنوعات ہیں جن میں انسان لاعلمی ،بھول اور مجبور کر دیئے جانے کی وجہ سے معذور ہے۔(ص۵۳۶،۵۳۷)

www.KitaboSunnat.com

طواف کے دوران جماعت کھڑی ہو تو طواف مؤخر کردے

⑮ **سوال:** طواف کے دوران اگر جماعت کھڑی ہوجائے تو کیا کیا جائے؟ کیا طواف دوبارہ کیا جائے؟ اگر از سرنو شروع نہ کرے تو اس کی تکمیل کیسے ہوگی؟

جواب: اگر جماعت کھڑی ہو اور انسان حج، عمرہ یا کوئی نفلی طواف کررہا ہو تو طواف کو چھوڑ کر پہلے نماز پڑھ لے پھر طواف مکمل کرے اور دوبارہ سے شروع نہ کرے بلکہ وہیں سے شروع کرے جہاں سے چھوڑا تھا۔ اسی کو آگے مکمل کرے، لوٹانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس نے پہلے طواف کی بنا شرعی اِذن کے تقاضے کے مطابق کی تھی لہٰذا کسی شرعی نص کے بغیر اسے باطل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (ص:۵۳۹)

منیٰ میں رات گزارنے کے لیے جگہ نہ ہو تو انسان کیا کرے

⑯ **سوال:** جو شخص رات کو منیٰ میں آئے اور وہاں ٹھہرنے کی جگہ نہ ہو تو وہ نصف رات تک ٹھہرنے کے بعد باقی وقت مسجد ِحرام میں گزارنے کے لیے جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگرچہ یہ فعل جائز ہے، لیکن ایسا کرنا مناسب نہیں، کیونکہ حاجی کے لیے یہی ہے کہ وہ ایامِ تشریق میں رات دن منیٰ میں رہے۔ اگر اسے جگہ نہیں ملتی تو منیٰ میں موجود خیموں میں سے آخری خیمہ کے ساتھ پڑاؤ کرے، چاہے وہ جگہ منیٰ سے باہر آتی ہو، لیکن یہ بھی اس وقت ہے جب اس نے جگہ ڈھونڈنے کی پوری کوشش کی ہو اور جگہ نہ ملی ہو۔ ہمارے دور کے بعض صاحب ِعلم کا موقف ہے کہ اگر انسان کو منیٰ میں جگہ نہ ملے تو اس سے منیٰ میں وقت گزارنے کا حکم ساقط ہوجاتا ہے اور اس کے لیے اس حالت میں مکہ یا کسی دوسری جگہ رات گزارنا جائز ہے اور اہل علم کا یہ موقف اس مسئلہ پر قیاس ہے کہ جس طرح وضو میں اعضا کا دھونا ہوتا ہے اور اگر کوئی عضو موجود ہی نہ ہو تو اس عضو کا دھونا ساقط ہوجاتا ہے، اس پر قیاس کرتے ہوئے وہ اس کے لیے منی میں رات ٹھہرنے کو ساقط کرتے ہیں۔ لیکن یہ موقف محل نظر ہے، کیونکہ ساقط ہونے والا عضو طہارت سے متعلقہ ہے اور وہ تو موجود ہی نہیں ہے جبکہ یہاں رات گزارنے سے مقصود لوگوں کا اُمت ِواحدہ کے طور پر اکٹھا ہونا ہے، لہٰذا انسان کے لیے یہی واجب ہے کہ وہ حاجیوں کے ساتھ آخری خیمہ کے پاس ڈیرہ لگالے۔ اس کی مثال یہ ہے

www.KitaboSunnat.com

کہ جب مسجد لوگوں سے بھر جاتی ہے تو لوگ مسجد کے اردگرد خالی جگہ پر صفیں بنا لیتے ہیں، لیکن اس میں بھی صفوں کا باہم ملنا ضروری ہوتا ہے تاکہ ایک جماعت تصور ہو۔ منیٰ میں رات بسر کرنے کی یہ درست مثال ہے نہ کہ کٹے ہوئے ہاتھ کی۔ واللہ اعلم (ص:۵٦٧)

غلافِ کعبہ کو تبرکاً چھونا

⑰ **سوال:** غلافِ کعبہ کو تبرکاً چھونا جائز ہے؟

جواب: کعبہ کے غلاف کو تبرک حاصل کرنے کے لیے چھونا بدعت ہے، کیونکہ نبی ﷺ سے ایسا ثابت نہیں ہے۔ سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ نے جب بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے اس کے تمام اَرکان کو چھونا شروع کردیا تو عبداللہ بن عباسؓ نے ان کے اس فعل پر نکیر کی۔ سیدنا معاویہؓ کا جواب یہ تھا کہ بیت اللہ کی کسی چیز کو چھوڑا نہیں جا سکتا جس پر سیدنا ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ''تمھارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔'' اور میں نے نبی ﷺ کو دو یمانی رکنوں یعنی حجر اَسود اور رکن یمانی کو چھوتے دیکھا ہے۔ یہ اثر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہمیں بھی کعبہ اور اس کے اَرکان کو چھونے میں سنت سے ثابت اَحکام پر عمل پیرا ہونا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ کے اُسوہ حسنہ سے مراد یہی ہے۔ باقی رہا مسئلہ حجر اسود اور دروازے کے درمیان موجود ملتزم سے چمٹنے کا تو وہ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے کہ انھوں نے یہاں کھڑے ہو کر ملتزم سے چمٹتے ہوئے دعا کی تھی۔ واللہ اعلم (ص ۵۴۸)

موتُ العالِم موتُ العالَم

یہ خبر اہل علم میں بڑے افسوس سے پڑھی جائے گی کہ ممتاز عالم دین مولانا عبد الرحمٰن عزیز حسینوی ۲؍ستمبر ۲۰۰۹ء بعد نمازِ ظہر دنیا فانی کو چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے إنا لله وإنا إليه راجعون مرحوم دو درجن سے زائد کتب اور بیسیوں مضامین کے مصنف تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعئ جمیلہ کو قبول فرماتے ہوئے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

www.KitaboSunnat.com

فقہ واجتہاد

حافظ صلاح الدین یوسف☆

آدابِ نماز اور خشوع وخضوع کی اہمیت و وجوب

[شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے فتاویٰ کی روشنی میں]

اسلامی عبادات میں ایک اہم مسئلہ نماز پڑھنے کے طریقے کا ہے کہ نماز کس طرح پڑھی جائے، اس کے آداب کیا ہیں اور خشوع وخضوع کی اہمیت اور اس کا مطلب کیا ہے؟ نیز خشوع وخضوع کے بغیر پڑھی گئی نماز کی حیثیت کیا ہے؟

اس کا جواب واضح ہے اور وہ یہ کہ نماز سنتِ نبویؐ کے مطابق اَدا کی جائے جیسا کہ نبیﷺ نے بھی فرمایا:«صلُّوا کما رأیتموني أُصلي» (صحیح بخاری:٦٣١)

''تم نماز اس طرح پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

نبیﷺ کے اس فرمان سے مذکورہ سوالوں کا جواب سامنے آجاتا ہے اور وہ یہ کہ

- نماز کے آداب، نماز کو سنتِ نبویؐ کے مطابق ادا کرنا ضروری ہے۔
- آپ نماز نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔
- خشوع وخضوع کا مطلب، نماز کے ہر رکن کو پورے اطمینان اور سکون سے اَدا کرنا ہے جسے 'تعدیلِ اَرکان' کہا جاتا ہے یعنی تعدیلِ اَرکان بھی نہایت ضروری ہے۔
- جو نماز تعدیلِ اَرکان یعنی خشوع وخضوع کے بغیر پڑھی جائے گی، وہ نبیﷺ کے طریقے اور اُسوۂ حسنہ کے خلاف ہوگی، لہٰذا وہ نامقبول ہوگی۔

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

- اللہ تعالیٰ نے کامیابی کی نوید انہی اہل ایمان کے لیے بیان کی ہے جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع کا اہتمام کرتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

☆ مدیر شعبہ تحقیق وتالیف، دارالسلام، لاہور

www.KitaboSunnat.com

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ (المؤمنون:۱،۲)

''مومن یقیناً فلاح پا گئے وہ جو اپنی نماز میں خشوع کا اہتمام کرتے ہیں۔''

اس کے برعکس سستی سے نماز پڑھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ۝اَلَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ۝اَلَّذِیْنَ هُمْ یُرَاءُوْنَ﴾ (الماعون:۴تا۶)

''تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں، وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔''

منافقین کی صفات بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے:

﴿وَاِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلَاةِ قَامُوْا كُسَالٰی یُرَاءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللهَ اِلَّا قَلِیْلًا﴾

''جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو دل سے نہ چاہتے ہوئے، لوگوں کو دکھانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور وہ اللہ کو بس تھوڑا ہی یاد کرتے ہیں۔'' (النساء:۱۴۲)

گویا خشوع وخضوع کے بغیر نماز، جس میں اللہ کا ذکر برائے نام ہو، مسلمان کی نماز نہیں، منافق کی نماز ہے، ایسی نماز عنداللہ کس طرح قبول ہوسکتی ہے؟

خشوع ہی سے نماز کے ثمرات وفوائد حاصل ہوتے ہیں:

علاوہ ازیں نماز کے وہ ثمرات وفوائد، جو قرآنِ کریم اور احادیثِ صحیحہ میں بیان کئے گئے ہیں، اس وقت ملتے اور مل سکتے ہیں جب نماز کو سنتِ نبویؐ کے مطابق اطمینان وسکون کے ساتھ ادا کیا جائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے نماز کا ایک نہایت اہم فائدہ یہ بیان فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (العنکبوت:۴۵)

''بے شک نماز بے حیائی (کے کاموں) سے اور منکرات سے روکتی ہے۔''

لیکن اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ نماز بھی پڑھتے ہیں، لیکن بے حیائی کے کاموں اور منکرات کا ارتکاب بھی کرتے ہیں حالانکہ اللہ کا فرمان جھوٹا نہیں ہوسکتا:

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللهِ قِیْلًا﴾ (النساء:۱۲۲)

''اللہ سے زیادہ سچی بات کس کی ہوسکتی ہے۔''

اس کی وجہ یہی ہے کہ ہماری نمازوں میں رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کا اہتمام نہیں ہے، خشوع وخضوع کا فقدان ہے اور إنابت إلی اللہ کی کمی ہے، گویا ہمارا حال علامہ اقبالؒ کے

www.KitaboSunnat.com

اس شعر کا مصداق ہے۔

جو میں سربہ سجدہ ہوا کبھی تو زمین سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں
(بانگ درا)

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر
(بالِ جبریل)

قرآن وحدیث کے اتباع کا حکم اور اس کی اہمیت

بنا بریں ضروری ہے کہ ہم ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے احکام کو سامنے رکھیں اور انہی کے مطابق سارے کام انجام دیں، ورنہ محنت اور عمل کے باوجود ان کے ضائع ہونے کا شدید خدشہ ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا اَطِيعُوا اللهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد:۳۳)

''ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے عملوں کو باطل نہ کرو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جس عمل میں اللہ و رسول کی اطاعت نہیں ہوگی، وہ عمل باطل ہے۔ اللہ کے ہاں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی، عمل کرنے والا اس کی بابت چاہے کتنا بھی خوش گمان ہو، محض خوش گمانی سے کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں ہوسکتا۔فرمانِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِينَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾ (الکہف:۱۰۳،۱۰۴)

''کہہ دیجئے! کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اعمال میں سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ جس کی کوشش دنیاوی زندگی میں اکارت گئی، جب کہ وہ سمجھتے رہے کہ وہ اچھے کام کررہے ہیں۔''

یہ فرمانِ الٰہی ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ہے جو اللہ رسول کو مانتے ہی نہیں، یا مانتے تو ہیں، لیکن صرف زبان کی حد تک، اَعمال میں وہ ان کی اطاعت کو اہمیت نہیں دیتے بلکہ اپنے من مانے طریقے سے عمل کرتے ہیں۔ نتیجے کے اعتبار سے ان دونوں میں فرق نہیں۔اس لیے

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں فرمایا:

«ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة نبیه»

(موطا امام مالک، کتاب الجامع، باب النہی عن القول بالقدر)

''میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، جب تک تم اُنہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے، ہرگز گمراہ نہیں ہوگے (اور وہ ہیں) اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔''

ایک اور حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے اس بات کو اس طرح واضح فرمایا:

«کل أمتي یدخلون الجنة إلا من أبٰی» قالوا: یارسول الله ومن یأبٰی؟ قال: «من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبٰی» (صحیح بخاری:۷۲۸۰)

''میری ساری اُمت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جس نے انکار کیا، صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! انکار کرنے والا کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا۔''

نماز میں اطمینان اور خشوع خضوع کی اہمیت، اَحادیث کی روشنی میں

نماز اسلام کا اہم ترین فریضہ ہے۔ اگر یہی سنت نبوی کے مطابق نہ ہوئی جس کی بابت روزِ قیامت سب سے پہلے باز پرس ہوگی، تو دوسرے عملوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔ جیسے ایک صحابی رسول حضرت حذیفہؓ کا واقعہ آتا ہے کہ اُنہوں نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو رکوع سجود اطمینان سے نہیں کررہا تھا، جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت حذیفہؓ نے اس سے کہا ما صلّیت ''تو نے نماز ہی نہیں پڑھی۔'' راوی کا بیان ہے کہ میرے خیال میں حضرت حذیفہؓ نے اس کو یہ بھی کہا: ''لو مُتَّ مت علٰی غیر سنة محمد'' (صحیح بخاری:۳۸۹)

''اگر تجھے (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) موت آگئی تو محمد ﷺ کے طریقے پر تجھے موت نہیں آئے گی۔''

بلکہ اسی طرح کا ایک واقعہ نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کا بھی ہے جس میں ہمارے لیے بڑی عبرت ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ ایک شخص مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کے لیے آیا، نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس شخص نے نماز پڑھی، آپ اس کو دیکھ رہے تھے، نماز سے فارغ ہوکر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا: «ارجع فصَلِّ فإنك لم تُصَلِّ»

''واپس جااور پھر نماز پڑھ، اس لیے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔''

وہ گیا اور جا کر دوبارہ نماز پڑھی، پھر رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دے کر پھر فرمایا: «ارجع فصل فإنك لم تصل»

''واپس جااور پھر نماز پڑھ، یقیناً تو نے نماز نہیں پڑھی۔''

اس نے جا کر پھر نماز پڑھی اور پھر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا، آپ نے سلام کا جواب دے کر پھر وہی فرمایا: «ارجع فصل فإنك لم تصل»

''واپس جااور پھر نماز پڑھ، بلا شبہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔''

تین مرتبہ جب اس طرح ہوا تو اس شخص نے کہا:

"والذي بعثك بالحق ما أُحْسِنَ غيره فعلِّمْني"

''اس ذات کی قسم جس نے آپکو حق کے ساتھ (نبی بنا کر) بھیجا (مجھے تو اس طرح ہی نماز آتی ہے) اس سے بہتر انداز سے میں نماز نہیں پڑھ سکتا، پس آپ مجھے طریقۂ نماز سکھا دیجئے!''

نبی ﷺ نے اس سے فرمایا:

«إذا قُمتَ إلى الصلاة فكبر ثم اقرأ ما تيسر معك من القرآن، ثم اركع حتى تطمئن راكعًا، ثم ارفع حتى تعتدل قائمًا، ثم اسجد حتى تطمئن ساجدًا، ثم ارفع حتى تطمئن جالسًا، ثم اسجد حتى تطمئن ساجدًا، ثم افعل ذلك في صلاتك كلها» (وفي رواية أُخرىٰ، ثم ارفع حتى تطمئن جالسًا) (صحیح بخاری:۷۹۳، ۶۲۵۱)

''جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو تو اللہ اکبر (تکبیر تحریمہ) کہہ۔ پھر تیرے لیے جو آسان ہو قرآنِ کریم کا کچھ حصہ (سورہ فاتحہ وغیرہ) پڑھ، پھر رکوع کر اور خوب اطمینان سے رکوع کر، پھر رکوع سے سر اُٹھا اور سیدھا کھڑا ہو جا۔ پھر سجدہ کر اور نہایت اطمینان سے سجدہ کر، پھر سجدے سے سر اٹھا اور خوب اطمینان سے بیٹھ جا، پھر دوسرا سجدہ کر اور پورے اطمینان سے سجدہ کر۔ (ایک دوسرے مقام پر اس کے بعد یہ الفاظ ہیں کہ دوسرے سجدے کے بعد پھر اطمینان سے بیٹھ جا، یعنی جلسۂ استراحت کر اور پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو اور پھر اپنی ساری نماز (ہر

www.KitaboSunnat.com

رکعت میں) اسی طرح کر۔''

نبی کریم ﷺ کے اس موقع پر مذکورہ طریقۂ نماز کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص نماز اطمینان سے نہیں پڑھتا تھا اور بار بار کہنے کے باوجود اس کی نماز اطمینان سے خالی تھی۔ نہ قیام وقراءت میں اطمینان تھا، نہ رکوع اور قومے میں اطمینان تھا، نہ سجدوں میں اور ان کے درمیان وقفے میں اطمینان تھا۔ آپ نے ایسی نماز کو تین مرتبہ کالعدم قرار دیا (تو نے نماز ہی نہیں پڑھی) حالانکہ وہ بار بار نماز پڑھ کر آ رہا تھا لیکن آپ یہی فرماتے رہے کہ تو نے نماز ہی نہیں پڑھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس نماز میں سنتِ رسول کے مطابق اطمینان اور اعتدالِ ارکان نہیں ہوگا، وہ نماز، نماز ہی نہیں، محض اُٹھک بیٹھک ہے یا کوے کی طرح ٹھونگے مارنا ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لاتجزي صلاة الرجل حتى يقيم ظهره في الركوع والسجود»

''آدمی کی نماز اس وقت تک کافی نہیں ہوتی جب تک وہ اپنی پیٹھ رکوع اور سجدے میں پوری طرح سیدھی نہ کرے۔'' (سنن ابی داوٗد:۸۵۵)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اس موضوع پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے، ہم اس کا ضروری خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ امام صاحب یہ حدیث نقل کرکے فرماتے ہیں:

"هذا الحديث نص صريح في وجوب الاعتدال، فإذا وجب الاعتدال لإتمام الركوع والسجود فالطمانينة فيهما أوجب"

''یہ حدیث اس بارے میں نص صریح ہے کہ ارکان میں اعتدال واجب ہے اور جب رکوع اور سجود کے پورا کرنے کے لیے اعتدال واجب ہے تو رکوع اور سجدے کو اطمینان کے ساتھ کرنا زیادہ بڑا واجب ہے۔''

پھر امام صاحب حدیث کے الفاظ کہ وہ ''اپنی پیٹھ رکوع اور سجدے میں پوری طرح سیدھی کرے'' کا مفہوم واضح کرتے ہیں:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ جب رکوع سے سر اُٹھائے اور اسی طرح جب سجدے سے سر اٹھائے تو اپنی پیٹھ کو بالکل سیدھا کرلے، اس لیے کہ پیٹھ کا سیدھا کرنا، رکوع اور سجدے کو پورا کرنے

www.KitaboSunnat.com

کا حصہ ہے۔کیونکہ جب وہ رکوع کرتا ہے تو رکوع نام ہے جھکنے کا، پھر سر اُٹھانے کا اور پھر سیدھے کھڑے ہوجانے کا اور سجدہ نام ہے قیام سے جھکنے کے وقت سے یا قعود سے ایک وقت (تک رہنے کے بعد) لوٹنا اور اعتدال اختیار کرنا۔ پس جھکنا اور اُٹھنا دونوں رکوع اور سجود کے اطراف اور ان کو پورا کرنا ہیں،اسی لیے حدیث کے الفاظ ہیں: ''اپنی پیٹھ کو رکوع اور سجود میں پوری طرح سیدھا کرے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ رکوع سے سر اُٹھا کر اطمینان سے کھڑے رہنا اور اسی طرح سجدے سے سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھنا اسی طرح واجب ہے جس طرح رکوع اور سجدے کو پورا کرنا واجب ہے۔''

امام صاحبؒ اس نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے آگے مسند احمد کے حوالے سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ علی بن شیبانؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے آپ کی بیعت کی اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی، پس آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز صحیح طریقے سے اَدا نہیں کررہا یعنی اپنی پیٹھ،رکوع اور سجدے میں پوری طرح سیدھی نہیں کرتا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

«يا معشر المسلمين! لا صلاة لمن لا يقيم صلبه في الركوع والسجود» وفي رواية للإمام أحمد «لا ينظر الله إلى رجل لا يقيم صلبه بين ركوعه وسجوده» (سنن ابن ماجہ:۸۷۱،مسند احمد:۲/۵۲۵)

''اے مسلمانوں کی جماعت! اس شخص کی نماز نہیں جو اپنی پشت رکوع اور سجدے میں پوری طرح سیدھی نہیں کرتا۔'' اور ایک دوسری روایت میں الفاظ ہیں،فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع اور سجدے کے درمیان اپنی پشت پوری طرح سیدھی نہیں کرتا۔''

اس سے واضح ہے کہ پشت کو پوری طرح سیدھا کرنا، اسی کا نام 'اعتدال فی الرکوع' ہے۔

مسند احمد کی ایک اور روایت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أسوأ الناس سرقة الذي يسرق من صلاته، قالوا: يارسول الله! كيف يسرق من صلاته؟ قال: «لا يتم ركوعها ولا سجودها» أو قال: «لا يقيم صلبه في الركوع والسجود» (مسند احمد:۴/۲۳)

''سب سے بدتر چور وہ ہے جو اپنی نماز سے چوری کرتا ہے۔صحابہ نے پوچھا:اپنی نماز سے

www.KitaboSunnat.com

چوری کس طرح کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: نماز میں رکوع اور سجدہ پورا نہیں کرتا، یا فرمایا: رکوع اور سجدوں میں اپنی پشت پوری طرح سیدھی نہیں کرتا۔''

نیز سنن ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں حدیث ہے:

"نهى رسول الله ﷺ عن نقرة الغراب وافتراش السَّبُع وأن يوطن الرجل المكان في المسجد كما يوطن البعير" (ابوداؤد:۸۶۲، نسائی:۱۱۱۲، ابن ماجہ:۱۴۱۹)

''رسول ﷺ نے منع فرمایا: کوے کی طرح ٹھونگے مارنے سے، درندوں کی طرح پیر بچھا کر بیٹھنے سے اور یہ کہ آدمی مسجد میں (مستقل طور پر) اسطرح جگہ مقرر کرلے جیسے اونٹ کرلیتا ہے۔''

یہ تینوں چیزیں اگرچہ باہم مختلف ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان تینوں کو جمع فرما دیا ہے کیونکہ ان تینوں میں نماز کی حالت میں بَہائم (چوپایوں) کے ساتھ مشابہت میں اشتراک ہے، پس آپ نے کوے کے فعل کی مشابہت سے، درندوں کے مشابہ فعل اور اونٹ کے فعل کی مشابہت سے منع فرما دیا، اگرچہ کوے کا ٹھونگے مارنا باقی دونوں فعلوں سے زیادہ سخت ہے۔ علاوہ ازیں اس کی بابت اور بھی احادیث ہیں، جیسے صحیحین میں حضرت انسؓ سے مروی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اعتدلوا في السجود ولا يبسط أحدكم ذراعيه انبساط الكلب»
(صحیح بخاری:۸۲۲، صحیح مسلم:۱۱۱۰)

''سجود میں اعتدال اختیار کرو اور تم میں سے کوئی شخص اپنے بازو کتے کی طرح نہ پھیلائے۔''

بالخصوص دوسری حدیث میں اسے صَلاۃ المنافقین (منافقین کی نماز) قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں خبر دی ہے کہ وہ منافقین کا عمل ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تلك صلاة المنافق يجلس يرقب حتى إذا كانت الشمس بين قرني شيطان قام فنقرها أربعًا، لا يذكر الله فيها إلا قليلًا» (رقم الحدیث:۶۲۲)

''یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ (نمازِ عصر میں) دیر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج (غروب ہونے کے قریب) شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان آجاتا ہے تو کھڑا ہوجاتا ہے اور چار ٹھونگے مار لیتا ہے، اس میں اللہ کا ذکر برائے نام کرتا ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث میں اللہ کے رسول نے بتلایا کہ منافق فرض نماز کا وقت ضائع کردیتا ہے اور اپنا فعل (نماز کا پڑھنا) بھی ضائع کردیتا ہے اور صرف ٹھونگیں مارتا ہے۔ اس سے یہ رہنمائی حاصل ہوئی کہ یہ دونوں فعل مذموم ہیں (نماز کا اصل وقت ضائع کرنا اور پھر نماز کو کوّے کی طرح ٹھونگے مار کر پڑھنا) حالانکہ یہ دونوں چیزیں (وقت پر نماز پڑھنا اور اعتدال کے ساتھ پڑھنا) واجب ہیں، یہ منافق دونوں واجبات کا تارک ہے۔

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نماز کو ٹھونگے مار کر پڑھنا ناجائز ہے اور یہ اس شخص کا فعل ہے جس میں نفاق ہے اور نفاق سب کا سب حرام ہے۔ یہ حدیث بجائے خود ایک مستقل دلیل ہے اور ماقبل کی حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوْا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَاءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا﴾ (النساء:۱۴۲)

''منافقین اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اُنہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو دل سے نہ چاہتے ہوئے، لوگوں کو دکھانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور وہ اللہ کو بس تھوڑا ہی یاد کرتے ہیں۔''

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے سخت وعید ہے جو اپنی نمازوں میں ٹھونگے مارتے ہیں اور اِعتدال واطمینان سے پوری طرح نہ رکوع کرتے ہیں اور نہ سجدہ کرتے ہیں۔

اور نبی ﷺ نے جو (منافق) کی مثال بیان فرمائی ہے، وہ بہترین مثال ہے، اس لیے کہ نماز دلوں کی خوراک ہے جس طرح کہ غذا جسم کی خوراک ہے، پس جب جسم تھوڑے سے کھانے سے (پورح طرح) غذا حاصل نہیں کرپاتا (اس لیے اس میں قوت وتوانائی نہیں آتی) تو دل بھی ٹھونگے مار نماز سے خوراک حاصل نہیں کرپاتا، اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ ایسے کامل اَنداز سے نماز پڑھی جائے جس سے دلوں کو پوری خوراک حاصل ہو۔

حدیث میں ایک اور واقعہ آتا ہے جو صحیح ابن خزیمہ میں موجود ہے۔ حضرت ابوعبداللہ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو نماز پڑھائی، پھر ان کے ایک گروہ میں بیٹھ گئے، اتنے میں ایک شخص آیا اور کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگا، رکوع کرتا اور سجدے میں

www.KitaboSunnat.com

ٹھونگے مارتا، رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھ رہے تھے، آپ نے فرمایا:

''اس کو دیکھتے ہو؟ اگر اس کو (اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے) موت آ گئی تو محمد (ﷺ) کی ملت کے علاوہ کسی اور ملت پر اس کو موت آئے گی۔ یہ اپنی نماز میں اس طرح ٹھونگے مارتا ہے جیسے کوا خون (یا مٹی) میں ٹھونگے مارتا ہے۔ یاد رکھو اس شخص کی مثال جو نماز پڑھتا ہے اور رکوع پوری طرح نہیں کرتا اور اپنے سجدے میں ٹھونگے مارتا ہے، اس بھوکے کی طرح ہے جو ایک یا دو کھجوریں کھاتا ہے جو اس کی بھوک کے لیے یکسر ناکافی ہوتی ہیں۔ اسلئے (سب سے پہلے) کامل طریقے سے وضو کرو۔ ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہے اور آگ کی وعید ہے جن کی ایڑیاں خشک رہیں اور رکوع اور سجود پوری طرح کرو۔'' (صحیح ابن خزیمہ: ۱/۳۵۵، رقم ۶۶۵)

صحیح بخاری کے حوالے سے حضرت حذیفہؓ کا واقعہ بھی گزر چکا ہے جس میں اُنہوں نے بھی بغیر اعتدالِ اَرکان نماز پڑھنے والے کی موت کی بابت اس قسم کا اندیشہ ظاہر فرمایا تھا جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

''تیری موت اس فطرت پر نہیں ہوگی جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا فرمایا۔''

سنت سے مراد ایک تو وہ فعل ہوتا ہے جو فرض نہیں ہوتا، لیکن یہاں سنت سے مراد دین وشریعت ہے، اس لیے غیر الفطرۃ اور غیر السنۃ دونوں سے یہاں مراد ایک ہی ہے یعنی دین اور شریعت۔ مستحبات مراد نہیں ہے اس لیے کہ مستحبات کے ترک پر اتنی مذمت اور وعید نہیں ہوتی، بنا بریں جب یہ کہا جائے کہ تیری موت سنت پر یا فطرت پر نہیں آئے گی تو اس کا مطلب ہے کہ دین اسلام اور شریعتِ محمدیہ پر نہیں آئے گی۔

(ملخص از فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ: ۲۲/۵۲۶ تا ۵۴۷)

عدمِ اطمینان کی صورت میں نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے!

امام ابن تیمیہؒ سے سوال کیا گیا، اگر کوئی شخص اطمینان کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا تو اس کی نماز کیسی ہوگی؟ امام صاحب نے فرمایا:

''نماز کو اطمینان کے ساتھ پڑھنا واجب ہے اور اطمینان سے نہ پڑھنے والا نماز کو بگاڑنے والا ہے، وہ مسیئ الصلاۃ ہے، مُحسن الصلاۃ نہیں، بلکہ وہ گناہگار اور واجب کا تارک ہے۔ جمہور ائمۂ اِسلام، امام مالک، شافعی، احمد، اسحٰق، ابویوسف، محمد (اصحابِ ابی حنیفہ)

www.KitaboSunnat.com

اور خود امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا اس بات پر اتفاق ہے۔

ان کے علاوہ دیگر ائمہ اس بات کے قائل ہیں کہ ایسے شخص کے لیے نماز کا لوٹانا واجب ہے اور اس کی دلیل وہ اَحادیث ہیں جو صحیحین (بخاری ومسلم) اور دیگر کتبِ حدیث میں ہیں (اس کے بعد امام صاحب نے حدیث مسیيء الصلاۃ سمیت وہ اَحادیث بیان فرمائی ہیں جو گزشتہ صفحات میں بیان ہوئی ہیں۔ (دیکھئے مجموع الفتاویٰ:۶۰۱/۲۲ تا ۶۰۳)

وجوبِ اطمینان، قرآنِ کریم کی روشنی میں

گزشتہ صفحات میں اَحادیث کی رُو سے نماز میں اطمینان اور اعتدالِ اَرکان کا وجوب ثابت کیا گیا ہے، اس کے بعد امام ابن تیمیہؒ نے دسیوں آیاتِ قرآنیہ سے نماز میں وجوبِ اطمینان کا اِثبات کیا ہے جو ان کے غزارتِ علم، وفورِ دلائل اور قوتِ استنباط واستخراج کی دلیل ہیں۔ یہ صفحات ان کی مکمل بحث کو نقل کرنے کے متحمل نہیں، تاہم ہم ایک دو مقامات کا خلاصہ ذیل میں پیش کرتے ہیں تاکہ مسئلہ زیر بحث کے کچھ قرآنی دلائل بھی سامنے آجائیں۔

① امام صاحبؒ قرآنِ کریم کی آیت:

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾ (البقرہ:۴۵)

''نماز اور صبر سے مدد طلب کرو اور یہ نماز بڑی بھاری ہے، البتہ خشوع کرنے والوں پر بھاری نہیں ہے۔''

بیان کرکے فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی اس آیت کا اقتضا یہ ہے کہ جو نماز میں خشوع کرنے والے نہیں ہیں، وہ قابل مذمت ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ کے حکم کے وقت فرمایا تھا: ﴿وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللهُ﴾ (البقرۃ:۱۴۳)

''یہ حکم یقیناً بڑا بھاری ہے سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ نے ہدایت سے نواز دیا ہے۔''

یا جیسے اللہ کا فرمان ہے: ﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ إِلَيْهِ﴾ (الشوریٰ:۱۳)

''مشرکین پر وہ بات بہت بھاری (گراں) ہے جس کی طرف (اے پیغمبر!) آپ انکو بلاتے ہیں۔''

پس اللہ عزوجل کی کتاب ایسے افراد کی نشاندہی کررہی ہے جن پر وہ بات گراں گزرتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور جس کی وجہ سے ایسے لوگ دین میں قابل مذمت اور ناراضی

www.KitaboSunnat.com

کے مستحق ہیں اور مذمت اور ناراضی کی وجہ کسی واجب کا ترک یا کسی حرام کا ارتکاب ہی ہوتا ہے اور جب غیر خاشعین مذموم (قابل مذمت) ہیں تو یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں خشوع واجب ہے۔

④ امام صاحب مزید آیاتِ قرآنیہ سے خشوع کا وجوب ثابت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''جب نماز میں خشوع واجب ہے اور جس کا مطلب عاجزی اور سکون سے نماز پڑھنا ہے تو جو شخص کوے کی طرح ٹھونگے مارتے ہوئے نماز پڑھتا ہے تو اس نے سجدے میں خشوع نہیں کیا، اسی طرح جو شخص رکوع سے سر اٹھا کر سجدے کے لیے جھکنے سے پہلے اطمینان سے سیدھا کھڑا نہیں ہوا (اُس نے استقرار نہیں کیا) تو اس نے سکون نہیں کیا جو اطمینان ہی کا نام ہے۔ پس جس نے اطمینان نہیں کیا، اُس نے سکون نہیں کیا اور جس نے سکون نہیں کیا تو اس نے نہ اپنے رکوع میں خشوع کیا اور نہ اپنے سجدے میں اور جس نے خشوع نہیں کیا، وہ گناہگار اور نافرمان ہوا (نہ کہ فرماں بردار اور اطاعت شعار)''

اس کے بعد امام صاحب نے نماز میں وجوبِ خشوع پر دلالت کرنے والی اَحادیث بیان کی ہیں، مثلاً: جو لوگ نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اُٹھاتے ہیں، ان کی بابت آپ نے سخت وعید بیان فرمائی:

«لينتهن عن ذلك أو لتُخطَفن أبصارهم» (صحیح بخاری:۷۵۰) وفي رواية «أو لا ترجع إليهم أبصارهم» (سنن ابوداؤد:۹۱۲)

''وہ (آسمان کی طرف نگاہیں اٹھانے سے) باز آجائیں ورنہ ان کی نگاہیں اُچک لی جائیں گی۔'' ایک روایت کے الفاظ ہیں: ''یا ان کی طرف ان کی نگاہیں واپس نہیں آئیں گی۔''

بعض روایات میں آتا ہے کہ جب ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾ (المؤمنون:۱،۲) ''وہ مؤمن فلاح پاگئے جو اپنی نمازوں میں خشوع کا اہتمام کرتے ہیں۔'' آیت نازل ہوئی تو اس کے بعد نبی ﷺ کی نگاہ سجدے والی جگہ سے تجاوز نہیں کرتی تھی۔ (رواہ الامام احمد فی کتاب الناسخ والمنسوخ)

جب آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا بھی خشوع کے منافی ہوا تو نبی ﷺ نے اس کو حرام کردیا اور اس پر سخت وعید بیان فرمائی۔

www.KitaboSunnat.com

④ امام ابن تیمیہؒ کا ایک اور قرآنی استدلال ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت میں رکوع اور سجدے کو واجب قرار دیا ہے اور یہ اجماعاً بھی واجب ہیں، اللہ کا فرمان ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا﴾ وغيرها من الآيات ''اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو۔'' اور اس قسم کی دیگر آیات نقل فرما کر لکھتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ نے اللہ کے لیے رکوع اور سجدہ کرنے کو اپنی کتاب میں فرض کیا ہے جیسے اس نے نماز کو فرض کیا ہے اور نبی ﷺ کتابِ مبین میں نازل کردہ اَحکام کے مبین ومفسر ہیں اور آپ کی سنتیں کتاب اللہ کی تفسیر وتوضیح کرتی ہیں اور آپ کا عمل کسی حکم الٰہی کی تعمیل یا اس کے کسی مجمل حکم کی تفسیر ہی پر مبنی ہوتا ہے تو آپ ﷺ کا حکم بھی اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی تفسیر ہی ہوا۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے نبی ﷺ ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کرتے تھے تو یہ دونوں ہی چیزیں واجب ہوئیں، اور یہ اللہ کے اس حکم کی تعمیل ہے جو اللہ نے رکوع اور سجدہ کرنے کی صورت میں دیا اور اُس اجمال کی تفسیر ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ اسی طرح سجدے کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے بھی آپ کی سنت ہی مرجع ہے اور نبی ﷺ فرض اور نفل دونوں ہی نمازیں ادا فرماتے تھے اور لوگ بھی آپ کے زمانے میں نمازیں پڑھتے تھے اور آپ نے رکوع اور سجدے میں اعتدال کے بغیر اور نماز کے دیگر افعال میں اطمینان کے بغیر نماز نہیں پڑھی، چاہے فرض نماز ہوتی یا نفل نماز اور لوگ بھی آپ کے عہد میں نماز پڑھتے تھے اور وہ بھی رکوع وسجود میں اعتدال اور دیگر افعالِ نماز میں اطمینان کے بغیر نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہ طرزِ عمل اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ نماز کے تمام افعال میں سکون اور اطمینان واجب ہے جس طرح ان کا عدد واجب ہے یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے۔''

نیز آپ ﷺ کا اس طرزِ عمل پر مداومت (ہمیشگی) کرنا، یعنی ہر روز ہر نماز میں اعتدال وسکون کا خیال رکھنا، اس کے وجوب پر بہت قوی دلیل ہے۔ اگر اطمینان واجب نہ ہوتا تو آپ کبھی تو اعتدال واطمینان کے بغیر نماز پڑھ لیتے، چاہے زندگی میں ایک مرتبہ ہی سہی، تاکہ اس کا جواز واضح ہوجاتا، یا اس کے ترک کا جواز ہی واضح کرنے کے لیے آپ کوئی اشارہ فرما دیتے۔ پس جب آپ نے اطمینان کے ترک کا جواز نہ اپنے سے عمل سے واضح کیا اور نہ اپنے فرمان سے، باوجودیہ کہ آپ نے نماز پر مداومت فرمائی ہے تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ نماز کو

اطمینان کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔

علاوہ ازیں نبی ﷺ نے حضرت مالک بن حویرثؓ اور ان کے ساتھی کو فرمایا تھا:

«إذا حضرت الصلاة فاذنا وأقيما وليؤمكما أكبركما وصلّوا كما رأيتموني أصلي» (صحیح بخاری:٦٥٨)

''جب نماز کا وقت ہوجائے تو تم اذان دو اور تکبیر کہو اور تم دونوں میں سے جو بڑا ہو، وہ امامت کرائے اور تم نماز اس طرح پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

پس آپ نے ان کو یہی حکم دیا کہ وہ نماز اس طرح پڑھیں جیسے اُنہوں نے آپ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

ائمہ مساجد کی ذمہ داری

یہ امر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ امام لوگوں کو نماز اس طرح پڑھائے جس طرح رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور اس کے کوئی اور بات معارض ہے، نہ مخصص اس لیے کہ امام کی ذمہ داری مقتدی اور منفرد سے زیادہ ہے۔

صحیحین میں یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ منبر پر نماز پڑھائی (سوائے سجدے کے، وہ آپ منبر سے اُتر کر کرتے) نماز سے فراغت کے بعد آپ نے فرمایا:

''میں نے یہ (منبر پر چڑھ کر نماز پڑھانا) اس لیے کیا ہے کہ «لتأتموا بي ولتعلموا صلاتي» ''تاکہ تم میری اقتدا کرو اور میرا طریقۂ نماز جان لو۔'' (بخاری:٩١٧، مسلم:٥٤٤)

اور ابوداؤد و نسائی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ہمیں اطمینان وسکون اور اعتدالِ ارکان کے ساتھ چار رکعتیں پڑھائیں اور پھر فرمایا:

"هٰكذا رأينا رسول الله ﷺ يصلي" (سنن ابوداؤد:٨٦٣، سنن نسائی:١٠٣٧)

''ہم نے اس طرح ہی رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

اور اس طریقۂ نماز پر صحابہ کا اجماع ہے، اس لیے کہ وہ سب نہایت اطمینان سے نماز پڑھتے تھے اور جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتے جو اطمینان سے نماز نہیں پڑھتا تو وہ اس پر نکیر کرتے اور اس کو اس سے منع فرماتے اور کوئی صحابی اس منع کرنے والے صحابی کو اس سے نہ

روکتا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قولاً اور فعلاً صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ نماز میں سکون اور اطمینان واجب ہے۔ اگر یہ سکون واجب نہ ہوتا تو صحابہ کبھی تو اس سکون و اطمینان کو ترک کردیتے جیسے وہ غیر واجب چیزوں کو (بعض دفعہ) چھوڑ دیتے تھے۔

☜ علاوہ ازیں لغتِ عرب میں رکوع اور سجود کا معنی و مفہوم اس وقت ہی متحقق ہوتا ہے جب رکوع کے لیے جھکتے وقت اور چہرے کو زمین پر رکھتے وقت سکون و اطمینان کا اہتمام کیا جائے ورنہ محض جھک جانا اور سر کو زمین پر رکھ کر اُٹھا لینا، اس کا نام نہ رکوع ہے اور نہ سجدہ۔ اور جو اس کو رکوع اور سجدہ قرار دیتا ہے، وہ لغتِ عرب کے خلاف بات کرتا ہے۔ اس سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ لغتِ عرب سے اس کی دلیل پیش کرے، لیکن وہ ایسا نہیں کرسکتا، کیونکہ اس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں ہے نہ اپنے موقف کے اثبات کے لیے اس کے پاس کوئی راستہ ہے۔ پس اس موقف کا قائل بغیر علم کے اللہ کی کتاب پر بھی حرف زنی کرتا ہے اور لغت عرب پر بھی۔ اور جب اس امر ہی میں شک پڑ جائے کہ واقعی یہ سجدہ کرنے والا ہے یا سجدہ کرنے والا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسا شخص بالاتفاق حکم سجدہ کی تعمیل کرنے والا نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ بات تو معلوم ہے کہ سجدہ واجب ہے، لیکن یہ معلوم نہیں ہے کہ سجدہ کرنے والے نے اس وجوب پر عمل کرلیا ہے۔ جیسے کسی شخص کو یہ تو یقین ہو کہ نماز یا زکاۃ اس پر واجب ہے، لیکن اس کو یہ شک ہو کہ اس نے نماز پڑھ لی یا زکاۃ ادا کردی۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ نے نماز کی حفاظت اور اس پر مداومت (ہمیشگی) کو واجب کیا ہے اور نماز کے ضائع کرنے اور اس سے تساہل برتنے کی مذمت کی ہے۔ جیسے سورۂ مومنون اور سورۂ معارج وغیرہما کی آیات میں ان کا بیان ہے۔ (امام صاحب نے یہاں یہ آیات نقل فرمائی ہیں اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ) یہ آیات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جو شخص نماز کے واجبات میں سے کوئی ایک چیز بھی چھوڑتا ہے تو وہ قابل مذمت ہے (نہ کہ قابل مدح) چاہے ظاہری طور پر وہ نماز پڑھنے والا ہی ہو، جیسے کوئی شخص وقتِ واجب کو چھوڑ دے یا نماز کے ظاہری و باطنی اعمال میں سے ان کی شرائط و ارکان کی تکمیل کو ترک کردے۔

(ملخصاً از مجموع الفتاویٰ: ۲۲/ ۵۴۷-۵۷۲)

www.KitaboSunnat.com

اِمام کے لیے تخفیف کے حکم کا مطلب

ایک نہایت اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«إذا صلى أحدكم للناس فليخفّف فإن فيهم الضعيف والسقيم والكبير وإذا صلى أحدكم لنفسه فليطوّل ماشاء» (صحیح بخاری:۷۰۳)

''جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی نماز پڑھائے،اس لیے کہ نمازیوں میں ضعیف، بیمار، بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب خود (تنہا) نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی پڑھے۔''

یہ مسئلہ بھی اکثر و بیشتر خلجان کا باعث بھی بنتا ہے اور تخفیف کے نام پر نماز کا حلیہ بھی بگاڑ دیا جاتا ہے، چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے اپنے بے مثال فہم و تفقہ سے نہایت عمدہ پیرائے میں اس مسئلے کو بھی حل فرمایا ہے۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں:

''تخفیف ایک اضافی اور نسبی امر ہے، اس کی کوئی حد نہ لغت میں ہے اور نہ عرف میں۔ اس لیے کہ ایک چیز کچھ لوگوں کو لمبی لگتی ہے جب کہ کچھ دوسرے اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ کسی چیز کو بعض ہلکا سمجھتے ہیں جب کہ دوسروں کے نزدیک وہ لمبی ہوتی ہے۔ پس یہ ایسا معاملہ ہے کہ لوگوں کی عادات اور عبادات کی مقادیر کے اختلاف کے ساتھ ساتھ مختلف ہوتا ہے۔

اس لیے مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ تخفیف اور طوالت کا فیصلہ بھی وہ سنتِ نبوی ہی کی روشنی میں کرے اور سنت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کا تخفیف کا حکم، آپ کے تطویل کے حکم کے منافی نہیں ہے، یعنی ان دونوں حکموں میں منافات یا تضاد نہیں ہے، دونوں کا اپنا اپنا محل ہے۔ اُس محل اور پس منظر ہی میں دونوں حکموں کو رکھ کر دیکھنا چاہیے۔ جیسے حضرت عمارؓ سے مروی حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

«إن طول صلاة الرجل وقصر خطبته مئنّة من فقهه، فأطيلوا الصلاة واقصروا الخطبة» (صحیح مسلم:۸۶۹)

''آدمی کا لمبی نماز پڑھانا اور خطبہ مختصر دینا، اس کے سمجھ دار ہونے کی علامت ہے، پس تم نماز لمبی کرو اور خطبہ مختصر کرو۔''

اس حدیث میں نماز کو لمبا کرنے کا جب کہ اس سے ماقبل کی حدیث میں تخفیف (ہلکی کرنے) کا حکم تھا، ان میں منافات (ایک دوسرے سے تضاد) نہیں ہے۔ اس لیے کہ طوالت

www.KitaboSunnat.com

کا حکم خطبے کے مقابلے میں ہے اور ماقبل کی حدیث میں تخفیف کا حکم ان بعض ائمہ کے طرزِ عمل کے مقابلے میں ہے جس کا اظہار نبی ﷺ کے زمانے میں اُن سے ہوا کہ انہوں نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی۔ اس لیے آپ نے ان سے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی شخص تنہا نماز پڑھے تو جتنی لمبی چاہے نماز پڑھے۔''

اور حضرت معاذؓ کو، جنہوں نے عشا کی نماز میں سورۂ بقرہ پڑھی تھی، فرمایا تھا کہ ''کیا تم لوگوں کو فتنے میں ڈالنا چاہتے ہو، تم سورۃ اللیل، سورۃ الشّمس وغیرہ پڑھا کرو۔''

☜ لوگوں نے طوالت کی مقدار کو بھی نہیں پہچانا اور نہ اس طوالت کو سمجھا جس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا تھا اور اپنی طرف سے ایک متعین مقدار کو مستحب قرار دے لیا، جیسے رکوع، سجود میں کم از کم تین مرتبہ تسبیحات پڑھنا۔ حالانکہ امام کے لیے تین مرتبہ تسبیحات پر اکتفا کرنے کو سنت قرار دینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ رکوع کے بعد اعتدال کو لمبا نہ کرنا سنت ہے یا نماز کو آخری وقت تک مؤخر کرنا سنت ہے، وغیرہ وغیرہ۔ جب کہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے پاس ان کاموں کو سنت قرار دینے کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ اپنی غالب (اکثر) نمازوں میں تین مرتبہ سے زیادہ تسبیحات (سبحان ربي العظيم، سبحان ربي الأعلى) پڑھتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، جن کو پانچویں خلیفہ راشد قرار دیا جات ہے، یہ خلیفہ بننے سے پہلے جب مدینے کے گورنر بنے (ولید بن عبدالملک کی خلافت میں) تو حضرت انسؓ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی تو اُنہوں نے فرمایا:

ما صليت وراء أحد بعد رسول الله ﷺ أشبه صلاة برسول الله من هذا الفتى يعنى عمر بن عبد العزيز قال: فحزرنا في ركوعه عشر تسبيحات وفي سجوده عشر تسبيحات (سنن ابوداؤد:۸۸۸، نسائی:۱۱۳۵)

''نبی ﷺ کے بعد کسی کے پیچھے اس نوجوان (عمر بن عبدالعزیز) جیسی نماز نہیں پڑھی جو اس سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہو۔ اُنہوں نے کہا: ہم نے اندازہ لگایا کہ انہوں نے رکوع میں بھی دس تسبیحات پڑھیں اور سجدے میں بھی دس تسبیحات پڑھیں۔''

(ملخص از فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ:۲۲/۵۹۴ تا ۵۹۷، طبع قدیم)

www.KitaboSunnat.com

امام صاحبؒ کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز ہر صورت میں اِعتدال و اطمینان کے ساتھ پڑھنی بھی ہے اور پڑھانی بھی ہے۔ البتہ اکیلے پڑھتے وقت اِعتدال کی کوئی حد نہیں۔

نبی ﷺ کا قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا، یہ سارے ارکان عام طور پر تقریباً برابر ہوتے تھے جیسا کہ اَحادیث میں اس کی وضاحت ہے اور جب کوئی امام ہو تو اس وقت مقتدیوں کا خیال رکھتے ہوئے نماز پڑھانی ہے، کیونکہ ان میں ضعیف، بیمار، بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں، خود نبی ﷺ معمول کے مطابق نماز پوری یکسوئی کے ساتھ پڑھانے کا ارادہ رکھتے تھے، لیکن جب آپ کو بچے کے رونے کی آواز آجاتی تو آپ نماز میں تخفیف فرما دیتے تھے۔ لیکن تخفیف کا مطلب وہ نہیں جو آج کل سمجھ لیا گیا ہے کہ پوری نماز 'تو چل میں آیا' کے انداز میں پڑھا دی جائے، بلکہ تخفیف کا مطلب قراء ت میں اختصار ہے (جیسا کہ حضرت معاذؓ کے واقعے سے واضح ہے) اور رکوع، سجود، قومہ، قعود بین السجدتین، وغیرہ سارے اَرکان اطمینان کے ساتھ اَدا کرنے ہیں، جیسے عمرؒ بن عبدالعزیز اس دور کے طریقے کے مطابق بحیثیتِ گورنر، امامت فرماتے تو رکوع وسجود میں تقریباً دس دس تسبیحات پڑھتے، گویا امام کے لیے بھی ضروری ہے کہ مقتدیوں کا خیال رکھنے کی تاکید کے باوجود نماز میں اعتدال و اطمینان کا خیال رکھے اور تخفیف کے نام پر اعتدالِ ارکان کی اہمیت کو نظر انداز نہ کرے۔

اور نبی ﷺ کا جو یہ فرمان ہے کہ ''نماز کو لمبا کرنا اور خطبے میں اختصار کرنا سمجھداری کی علامت ہے۔'' اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ نماز خطبے سے لمبی اور خطبہ نماز سے مختصر ہو۔ ان کا بھی آپس میں تقابل نہیں ہے بلکہ یہ دو الگ الگ حکم ہیں اور ان کے الگ الگ تقاضے ہیں۔ نماز جب بھی پڑھی یا پڑھائی جائے، لمبی یعنی اعتدال وسکون کے ساتھ پڑھی اور پڑھائی جائے اور خطبہ اور وعظ جب بھی ارشاد فرمایا جائے، اس میں طوالت کے بجائے اختصار اور جامعیت سے کام لیا جائے۔

جو شخص ان دونوں چیزوں میں ان پہلوؤں کو ملحوظ رکھے گا، وہ یقیناً فہم وتفقہ سے بہرہ ور ہے، رزقنا الله منه؛ بصورتِ دیگر وہ اس خوبی سے محروم ہے۔ أعاذنا الله منه آمین!

www.KitaboSunnat.com

تصویر وطن

محمد عطاء اللہ صدیقی

تباہی میں ترقی کے خواب

ممکن ہے بعض 'حقیقت پسند' دانشور اس تصور سے اتفاق نہ کریں کہ عظیم تباہی بھی کسی قوم کی ترقی یا روشن مستقبل کا پیش خیمہ ہوسکتی ہے۔ پاکستان میں انسانی تاریخ کے سب سے بڑے سیلاب کی ہولناکی اور تباہ کاری کا مشاہدہ کرنے کے بعد اگر کوئی یہ خواب دیکھتا ہے کہ یہ تباہی خوش حالی کے نتائج بھی سامنے لاسکتی ہے تو اسے 'غیر متوازن رجائیت پسندی' اور بہت حد تک 'دیوانہ وار رومانویت' کا نام دینے والے اصحاب بھی کم نہیں ہیں۔

ہمارے ہاں اس وقت مایوسی اور بے دلی کی فضا نے پوری قوم کے اَعصاب کو متاثر کیا ہوا ہے۔ اسی لیے اس طرح کے بیانات بھی اَخبارات میں پڑھنے کو ملتے ہیں کہ سیلاب نے پاکستان کو پچاس سال پیچھے دھکیل دیا ہے۔اگر وسیع پیمانے پر معاشی تباہی اور بربادی کے مناظر کو ذہن میں رکھا جائے تو ان بیانات کی معنویت بھی سمجھ میں آتی ہے۔

مگر یہ فکرونظر کا صرف ایک رخ ہے۔فکر و تدبر کے قافلۂ سخت جان کے کچھ راہی ایسے بھی ہیں جن کی نگاہیں مستقبل کے امکانات کو دیکھنے میں مصروف ہیں۔ وہ اس انسانی تباہی پر دل گرفتہ تو ہیں،مگر مایوس نہیں ہیں۔ان کی سوچ کا انداز ایک ذہین اور پراعتماد سرجن کا سا ہوتا ہے جو ایک حادثے میں شدید زخمی اور مسخ شدہ اعضا کے حامل مریض کو بھی مستقبل قریب میں ایک چلتے پھرتے انسان کے روپ میں دیکھنے کی بصیرت رکھتا ہے۔ وہ اس تباہی کو ایک ناگزیر حقیقت سمجھتے ہوئے بھی مستقبل میں ترقی کے دریچوں کو کھلتے ہوئے دیکھنے کا 'وِژن' رکھتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں، کیا بعید ہے کہ ہماری قوم اس تباہی کے بعد جمود کو توڑ کر حرکت و جدوجہد کے ایسے راستوں پر گامزن ہوجائے جو اس کی موجودہ تباہی کے مناظر مٹا کر اَرضِ پاک پر خوش حالی کے چمن آباد کردے۔

www.KitaboSunnat.com

مظفر گڑھ میں سیلاب زدگان کے درمیان ایک ہفتہ سے زیادہ قیام کے دوران راقم الحروف کے ذہن میں بار بار یہ سوال پیدا ہوتا رہا کہ کیا ہم اس ہولناک تباہی کو ترقی کے مواقع میں تبدیل کر سکتے ہیں؟ کیا ایسا خیال کرنا محض ایک دیوانے کا خواب ہے یا یہ ممکن العمل ہے؟ یہ سوال اتنا آسان نہیں کہ جس کا آسانی سے جواب دیا جا سکے۔ انسان کو بار بار قنوطیت اور رجائیت کے درمیان سرگرداں رہنا پڑتا ہے۔ بالآخر ایک دن تونسہ پنجند کینال کے تباہ کن شگاف کا نظارہ کرتے ہوئے راقم الحروف کو اضطراری کیفیت میں انشراحِ صدر ہوا کہ ایسا نہ صرف ممکن ہے بلکہ انتہائی ضروری ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ انسان بارہا تباہی و ہلاکت سے دوچار ہونے کے بعد تہذیب و ترقی کے منازل طے کرنے کے قابل ہوگیا۔ اس کو آپ حسنِ اتفاق کہیے یا تائیدِ ایزدی کہ اُسی شب مشہور یورپی مؤرخ ہنگٹن (Hutington) کی درج ذیل سطور راقم کی نگاہ سے گزریں جس میں اُس نے یورپ کی نشاۃِ ثانیہ (Rennaissance) کی نہایت دلچسپ توجیہ پیش کی ہے، وہ لکھتا ہے:

> ''چودہویں صدی عیسوی میں کیلی فورنیا سے یورپ تک برق و باراں کے جو شدید طوفان آئے، ان کے باعث یورپی انسان اچانک ذہنی طور پر فعال ہوگیا اور ایک ایسی نئی قوت سے لیس ہوکر، جو اس کے باطن کی پیداوار تھی، تخلیقی سطح پر سانس لینے لگا۔ تاریخ دانوں کے لیے یہ مسئلہ ہمیشہ لاینحل رہا ہے کہ [مغرب میں] نشاۃِ ثانیہ کا دور یوں اچانک کس طرح نمودار ہوگیا، لیکن اس دور کی آمد کو برق و باراں کے طوفان سے منسلک کرکے دیکھا جائے تو شاید اس سے گم شدہ کڑی کا سراغ مل جائے۔'' (Mainsprings of Civilization p.612)

یہ اقتباس ڈاکٹر وزیر علی آغا، جن کا چند ہفتے قبل انتقال ہوا ہے، نے اپنی فکر انگیز کتاب 'تخلیقِ عمل' میں درج کیا ہے۔ وہ ہنگٹن کی اس رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''بایں ہمہ نشاۃ ثانیہ کے دور کو محض برق و باراں کے طوفانوں کا نتیجہ قرار نہیں دیا جا سکتا، گو ان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔''

یورپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ہزار سالہ 'تاریک عہد' سے گزر کر یہ 'نشاۃِ ثانیہ' کے دور میں داخل ہوا۔ اس ارتقا کے پس پشت بلا شبہ متعدد اَسباب وعوامل کارفرما ہوں گے، مگر ایک مایہ ناز یورپی مؤرخ کے قلم سے برق وباراں کے شدید طوفانوں کو اس تاریخی تبدیلی کا ایک اہم محرک

قرار دینا بھی توجہ کے لائق ہے۔ راقم الحروف چونکہ خود اسی سیلاب زدہ ماحول میں موجود اور انہی خطوط پر سوچ رہا تھا، لہٰذا ان سطور کے پڑھنے کے بعد اُسے نہ صرف بے پایاں مسرت حاصل ہوئی بلکہ ایک تاریخی شہادت بھی مل گئی کہ برق و باراں کے طوفان یورپ میں ایک نئی زندگی کا پیش خیمہ ہوسکتے ہیں تو اکیسویں صدی میں پاکستانی قوم اس تباہی کو ترقی کے مواقع میں کیوں تبدیل نہیں کرسکتی؟

یہ بات قابل ذکر ہے کہ جنوبی پنجاب اور سندھ کے جن علاقوں میں سیلاب نے تباہی پھیلائی ہے، وہ تہذیبی اور معاشی اعتبار سے دیگر علاقوں کی نسبت پسماندہ ہیں۔ راقم الحروف کو سیلاب زدگان کی حالت دیکھ کر جن صدمات سے گزرنا پڑا، ان میں سے ایک صدمہ یہ بھی ہے کہ اُسے بار بار احساس ہوتا تھا گویا کہ وہ روانڈا جیسے کسی افریقی ملک کے تباہ حال باشندوں کے درمیان پھر رہا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ لاہور اور اسلام آباد میں رہنے والے لاکھوں پاکستانیوں کو پہلی دفعہ میڈیا میں دیکھ کر یہ احساس ہوا ہے کہ ان کے کروڑوں اہل وطن غربت، جہالت اور پسماندگی کی کن حالتوں میں زندہ رہنے پر مجبور ہیں۔

مظفر گڑھ کا تقریباً ۷۰ فیصد علاقہ زیر آب رہا ہے۔ ان میں سے ایک علاقہ کا نام موضع لوہانچ ہے۔ یہ مظفر گڑھ سے شمال کی جانب تقریباً ۲۵ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ موضع دریاے چناب کے درمیان ایک جزیرے کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ یہاں یہ دریا دو شاخوں میں تقسیم ہوکر بہتا ہے۔ دریا کے پار مشرقی جانب محض چند کلومیٹر کے فاصلے پر ملتان شہر واقع ہے۔ مغرب کے جانب بستی لنگر سرائے ہے جہاں تعلیم اور صحت کی سہولیات میسر ہیں۔ مگر موضع لوہانچ کے لوگ ثقافتی اعتبار سے ابھی تک 'دریائی مخلوق' کا درجہ رکھتے ہیں۔ معمولی درجہ کی کاشتکاری ان کا واحد ذریعہ آمدنی ہے۔ حیرت ہے یہ لوگ اسی جزیرے تک محدود ہیں۔ سیلاب کی وجہ سے پہلی دفعہ ان کو نقل مکانی کرنی پڑی۔ ان کا لباس اور معاشرت دیکھ کر لگتا ہے گویا ہزار سال پہلے کے لوگ ہیں۔ اُنہیں دیکھ کر امریکہ کے ریڈ انڈین یاد آتے ہیں۔ نجانے موضع لوہانچ کی طرح کے کتنے علاقے ہیں جو ہماری نگاہوں سے اب تک اوجھل رہے ہیں۔ بڑے شہروں کی چکا چوند تہذیب نے ہماری قومی بصارت کو شاید چندھیا کر رکھ دیا ہے کہ ہم اپنے وطن کے 'ریڈ انڈین' کو ابھی تک نہیں دیکھ سکے ہیں۔ اب سیلاب نے اُنہیں اپنے کچے

www.KitaboSunnat.com

برباد گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا ہے تو ہمیں کچھ اندازہ ہوا ہے کہ پاکستان میں اس طرح کے لوگ بھی بستے ہیں۔ شاید یہ آگاہی بھی غنیمت ثابت ہو۔ راقم الحروف نے دوستوں کے ساتھ مل کر موضع لوہانچ میں اصلاحِ احوال کی ذمہ داری اُٹھانے کا فیصلہ کیا۔ ان شاء اللہ اس جزیرے میں بھی علم کی روشنی پھیلے گی اور تہذیب کی ہوائیں چلیں گی۔

ہم سیلاب کے نتیجے میں رونما ہونے والی تباہی کو ترقی کے 'سنہرے موقع' کے طور پر استعمال کیسے کر سکتے ہیں؟ یا دوسرا سوال یوں اُٹھایا جاسکتا ہے کہ سینکڑوں سال سے پسماندگی کا شکار یہ لوگ ترقی کے خواب کیونکر دیکھ سکتے ہیں؟ ہمارا خیال ہے کہ 'معاشی جبر' اور 'تہذیبی جبر' بذاتِ خود قوموں میں تبدیلی کے عمل کو مہمیز دیتے ہیں۔ انسان میں زندہ رہنے کی جبلت بہت قوی ہے۔ لہٰذا معاشی ضروریات کی تکمیل اُسے جدوجہد پر اُکساتی ہے۔ وہ لوگ جو کچے گھروں میں رہ کر محض دو وقت کی نان جویں پر توکل کئے ہوئے تھے، اب اُنہیں زندہ رہنے اور سر چھپانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے پڑیں گے۔ سیلاب زدہ علاقوں کے متاثرین کراچی اور لاہور جیسے شہروں کا رخ کریں گے۔ مستقبل قریب میں دیہاتوں سے شہروں کی طرف نقل مکانی کا عمل تیزی سے بڑھے گا۔ محنت سستی ہونے کی وجہ سے نئی صنعتیں وجود میں آئیں گی۔ حکومت کو ملکی اور غیر ملکی سرمائے سے لاکھوں مکانات تعمیر کرنے پڑیں گے۔ لاکھوں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو کچے گھروں میں رہتے تھے، اب پکے گھروں میں رہنا شروع کریں گے۔ سیلاب زدہ علاقوں میں ملکی اور غیر ملکی اداروں کی متواتر مداخلت اور آمدورفت سے پسماندہ لوگوں میں ترقی کرنے کی خواہش جنم لے گی۔ اس ارتباط سے تہذیبی تبدیلی رونما ہوگی۔

اگر تعلیم اور صحت کی بہتر سہولتیں فراہم کر دی جائیں تو ان علاقوں میں ذہنی تبدیلی ناگزیر ہو جائے گی۔ مکانات، سڑکیں، پل وغیرہ کی تعمیر کے لیے افرادی قوت کی ضرورت پڑے گی جو ان علاقوں کے غریب خاندانوں کے روزگار کا باعث بنے گی۔ اس بات کا اِمکان ہے کہ بہت سے خاندانوں کو مناسب سرمایہ مل جائے گا جس سے وہ چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر سکیں گے۔ معاشی ترقی کے لیے دل کھول کر مسلمان بھائیوں کی امداد بہت ضروری ہے۔

ڈویلپمنٹ ایڈمنسٹریشن کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ ایک غریب اس وقت تک غریب ہی رہے گا جب تک کہ اُسے اضافی سرمایہ یا اضافی مواقع فراہم نہیں کر دیئے جاتے۔ مستقبل کی حکومتیں ان علاقوں کی ترقی کو نظر انداز نہیں کر سکیں گی۔ ذرائع ابلاغ بھی ان پسماندہ علاقوں کے عوام میں آگاہی اور شعور پیدا کرنے میں اپنا کردار ادا کریں گے، ان کے مسائل کو

www.KitaboSunnat.com

اُجاگر کرتے رہیں گے جس سے حکومتوں پر مسلسل دباؤ رہے گا کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں، جگہ جگہ ماڈل ولیج بن جائیں گے جو قرب و جوار کی معاشرت پر مثبت طور پر اثر انداز ہوں گے۔ دریاؤں کے کنارے آبادیاں بسانے کی حوصلہ شکنی ہوگی۔ کچے کے علاقوں سے لوگ نقل مکانی کر جائیں گے۔

مستقبل قریب میں پاکستان میں ترقیاتی منصوبہ بندی کے خدوخال بدل جائیں گے۔ سیلاب کی تباہی سے محفوظ رہنے کے لیے منصوبے بنانا ناگزیر ہو جائے گا۔ عین ممکن ہے کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کی مخالفت کرنے والے خاموش ہوجائیں۔ جنوبی پنجاب، سندھ و بلوچستان کے سیلاب زدہ علاقوں میں کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے لیے تحریکیں چلنے کا قوی امکان ہے۔ عوام کے غیظ وغضب کے سامنے کالا باغ ڈیم پر ہونے والی سیاست اپنی موت آپ مرجائے گی۔ یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ پاکستان میں سیلاب کی اتنی بڑی تباہی صرف تین لاکھ کیوسک اِضافی پانی کا بندوبست نہ کرسکنے کی وجہ سے رونما ہوئی ہے جبکہ صرف کالا باغ ڈیم میں گیارہ لاکھ کیوسک پانی کو ذخیرہ کرنے کی گنجائش ہوگی۔ اگر اس سیلاب کی تباہی سے عبرت حاصل کرکے ہم کالا باغ ڈیم کی تعمیر کا آغاز کردیتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس تباہی کو 'سنہری موقع' میں بدلنے کی یہ ایک اہم صورت ہوسکتی ہے۔

علامہ اقبالؒ جب اسپین گئے تو اُنہوں نے اُندلس کے سب سے بڑے دریا وادي الكبير کے کنارے اُسے مخاطب کرتے ہوئے اُمتِ مسلمہ کی ترقی کا خواب دیکھا تھا۔ اُنہوں نے فرمایا تھا:

اے آبِ روان کبیر!
تیرے کنارے کوئی
دیکھ رہا ہے کسی اور زمانے کا خواب

تونسہ پنجند کینال کے کنارے کھڑے ہوکر راقم الحروف نے سیلاب کی ہولناک تباہیوں کے بعد پاکستانی عوام کی ترقی کا جو خواب دیکھا، اُسے ان سطور میں بیان کرنے کی کاوش کی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ان خوابوں کو حقیقت میں بدلنے کی توفیق اَرزاں فرمائے۔ اور ہمیں لگنے والا یہ سنگین دھچکا ہمیں اللہ کی طرف لوٹانے کا سبب بن جائے۔ آمین!

www.KitaboSunnat.com

فہارس موضوعی

محمد شفیق کوکب، زاہد حنیف ☆

بلاسود بینکاری اور اسکے متعلقات

① اسلامی بینکاری اور مروّجہ بینکاری کی خرابیاں

ماہنامہ محدث، لاہور

ڈی ایم قریشی	بلاسود بینکاری [اسلامی بینک کا ماڈل]	ستمبر/اکتوبر ۹۹ء	۲۰۰-۲۳۲
ذوالفقار علی، حافظ	بیع سَلَم کے اُصول اور اسلامی بینکاری	ستمبر ۲۰۰۸ء	۴۷-۶۱
ذوالفقار علی، حافظ	مروّجہ بینکاری کی چند خرابیاں	ستمبر ۲۰۰۸ء	۲۸-۴۶
رفیق احمد	مروّجہ اسلامی بینکاری اور جمہور علما کا موقف [بعض فتاویٰ کا جائزہ]	مارچ/اپریل ۰۹ء	۶۲-۲-۷
عبدالرحمٰن کیلانی، مولانا	بینکوں کے شراکتی کھاتوں وغیرہ کے متعلق اہم سوالات	جولائی ۱۹۸۷ء	۸-۱۵
عطاء اللہ صدیقی	مغرب میں سودی بینکاری کے بدلتے رجحانات	ستمبر/اکتوبر ۹۹ء	۱۸۲-۱۹۸
محمد امین، ڈاکٹر	اسلامی بینکاری کی شرعی حیثیت	نومبر ۲۰۰۹ء	۸۵-۱۰۴

ماہنامہ فقہِ اسلامی، کراچی

اِدارہ	Islamic Banking	مارچ ۲۰۰۴ء	۲۹_۹۵
ادارہ	اسلامی بینکاری استفسارات ربوا، مشارکہ، مضاربہ، مرابحہ اجارہ، استصناع، تکافل [اسلامک انشورنس]	ستمبر ۲۰۰۶ء	۳۸_۸۱
ادارہ	اسلامی بینکاری میں پیش رفت [اداریہ]	جنوری ۲۰۰۴ء	۴_۵
ادارہ	اسلامی بینکاری ......خوش آئند پیش رفت [اداریہ]	نومبر ۰۴ء	۵_۷
ادارہ	Malysian Islamic Banking Model	مارچ ۰۲ء	۱۰_۱۱
ادارہ	New Islamic Banking is Growing	جنوری ۰۴ء	۹۳_۹۵
ادارہ	Practical Islamic Banking in Progress	اپریل ۰۵ء	۸۱_۸۴
اِدارہ	Glosery of Islamic Banking [زکوٰۃ اور اَحکام ربو قسط ۱]	اگست ۰۵ء	۹۲-۹۵

☆ اراکین شعبہ رسائل وجرائد، مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

www.KitaboSunnat.com

اِدارہ	Glosery of Islamic Banking [زکوٰۃ اور اَحکام ربا قسط۲]	ستمبر۰۵ء	۸۶_۹۵
ادارہ	What is the Islamic Banking?	دسمبر۰۵ء	۷۸_۹۵
ادارہ	Shariah Rulingd About Takaful(Isalmic Insurance)	مارچ۰۶ء	۹۲_۹۴
اداریہ	اسلامی بینکاری	اپریل۰۳ء	۲_۳
رفیق یونس المصری	أهم أحكام المعاملات الشرعية الهادية لنشاط البنوك الاسلامية	دسمبر۰۹ء	۶۳_۷۶
شاہد حسن	Islamic Banking in Pakistan	اپریل۰۳ء	۷۵_۷۹
شوکت اے کے	Econmic Scence Islamic Banking on the World	جولائی۰۳ء	۷۷_۸۱
طارق خان	Sterngthing Islamic Banking in Pakistan	فروری۰۳ء	۱۱_۱۴
عبدالرحمٰن چھاپرا	کیا غیرسودی نظام بینکاری ممکن ہے؟	ستمبر۰۴ء	۶۵_۸۷
عبدالغفور	Islamic Banking	اگست۰۳ء	۸۴_۹۵
عظمیٰ اعظم	بلاسود بینک کاری اور ہم	فروری۰۳ء	۲۹_۴۳
محمد ایوب	Islamic Banking for Development Meeting the Challenge	مئی۰۳ء	۸۱_۹۵
محمد سلیمان	Corporate govenance in Islamic Banks	ستمبر۰۸ء	۸۲_۹۵
محمد عارف	Islamic Bankig [قسط۱]	اگست۰۳ء	۸۴_۹۵
محمد عارف	Islamic Bankig [قسط۲]	ستمبر۰۳ء	۸۱_۹۵
محمد عباس	Islamic Banking :News and Views [مرتب: سارہ]	جولائی۰۸ء	۸۸_۹۵
محمد عمر چھاپرا	Banks Without interest is it Conceivable	نومبر۰۲ء	۱_۱۲
محمد شبیر	Islamic Banking Adequacy of Disciosure in Islamic Finical Banking	مارچ۰۷ء	۹۰_۹۵
محمود الحسن عارف	اسلامی بینک کاری اور بینکنگ کا موجودہ نظام ایک جائزہ	اکتوبر۰۱ء	۲۹_۴۲
محمود الحسن عارف	اسلامی بینک کاری اور بینکنگ کا موجودہ نظام ایک جائزہ	جنوری۰۲ء	۳۱_۶۲
نوراحمد شاہتاز	اسلامی بینکاری میں مثبت پیش رفت	جولائی۰۴ء	۵

www.KitaboSunnat.com

نوراحمد شاہتاز	بینکوں کے ذریعہ زکوٰۃ کی کٹوتی جائز یا ناجائز؟	اکتوبر ۲۰۰۲ء	۲۔۵
نوراحمد شاہتاز	بینکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی کٹوتی جائز یا ناجائز؟	جولائی ۰۰ء	۸۵۔۸۸
نوراحمد شاہتاز	اسلامی بینکاری اور نام نہاد اسلامک بینک [اداریہ]	اگست ۰۵ء	۴۔۵
نوراحمد شاہتاز	اسلام دشمنی کے باوجود مغربی دنیا میں اسلامی بینکاری کا فروغ [اداریہ]	مئی ۰۸ء	۲۔۳
نوراحمد شاہتاز	To Understand Islamic Bankig [قسط ۱]	ستمبر ۰۷ء	۹۱-۹۵
نوراحمد شاہتاز	To Understand Islamic Bankig [قسط ۲]	اکتوبر ۰۷ء	۸۹-۹۲
نوراحمد شاہتاز	اسلامی بینکاری اور بیع سلم [اداریہ]	اگست ۰۸ء	۳۔۶
نوراحمد شاہتاز	Islamic Insurance (Takaful)	اگست ۰۶ء	۸۷۔۹۵
نظام یعقوبی شیخ	The Rote of Sharia Supervisory Boards(SSB) (بینکنگ)	اکتوبر ۰۸ء	۸۵۔۹۵
....	Malysian Islamic Banking Model	مارچ ۰۲ء	۱۰۔۱۱

ہفت روزہ الاعتصام، لاہور

علیم ناصری	سود سے پاک بینکاری اسلامی ملک کی معیشت کی بنیاد ہونی چاہیے	۱۶/ اکتوبر ۹۲ء	۳۔۴
مبشر حسن ڈاکٹر	بینکاری کا موجودہ طریق کار نئی بوتلوں میں پرانی شراب کے مترادف	یکم فروری ۸۵ء	۲
محمد تقی عثمانی	نیا بجٹ اور سودی اسکیمیں	۱۹/ جولائی ۸۵ء	۶۔۸
محمد تقی عثمانی	غیر سودی بینکاری چند تاثرات	۱۸/ مئی ۸۴ء	۶۔۹
محمد تقی عثمانی	غیر سودی کاؤنٹرز [قسط ۱]	۶/ مارچ ۸۴ء	۴۔۷
محمد تقی عثمانی	غیر سودی کاؤنٹرز [قسط ۲]	۱۳/ مارچ ۸۴ء	۵۔۸
محمد طاسین	غیر سودی بینکاری کے لئے مجوزہ طریق کار	۱۹/ اپریل ۸۵ء	۱۴۔۱۷

ترجمان القرآن، لاہور

ابوالاعلیٰ مودودی	اسلامی اصولوں پر بینکنگ کی اسکیم تبصرہ وجائزہ	جولائی ۴۶ء	۲۹۔۱۱۹
ابوالاعلیٰ مودودی	بینکنگ کی اسلامی صورت	جولائی/ ستمبر ۵۰ء	۳۴۔۱۸۷
ادارہ	اسلامی بینکوں کی اعلیٰ شریعہ کونسل کا قیام	جون ۹۹ء	۴۵۔۵۰
انیس احمد ڈاکٹر	اسلامی بینکاری: چند ذہنی الجھنیں	نومبر ۰۶ء	۹۵۔۹۹
خورشید احمد پروفیسر	اسلامی بینک کاری اکیسویں صدی کا چیلنج	جولائی ۹۷ء	۲۵۔۳۸

www.KitaboSunnat.com

زاہد حسین اعوان	اسلامی بینکاری سرمایہ کاری کے طریقے	جون ۹۸ء	۴۳۔۵۰
عبدالرحمٰن الکاف	اسلامی بینکاری: سہ طرفہ شراکت کا تصور	نومبر ۹۷ء	۶۵۔۶۸
عبدالقدیر مسلم	غیر سودی اور سودی بینکاری میں تعاون	اگست ۹۷ء	۶۷۔۷۰
محمد اکرم میاں	اسلامی بینکاری؛ ایک اہم پیش رفت	جولائی ۰۶ء	۶۹۔۷۵

ماہنامہ البلاغ، کراچی

محمد تقی عثمانی، مولانا	غیر سودی بینکاری چند تاثرات	اپریل ۸۴ء	۳۔۹
محمد رفیع عثمانی	مشارکہ و مضاربہ اور سلامی بینکاری	اگست ۰۲ء	۲۳۔۳۰
محمد تقی عثمانی	بلاسود بینکاری	نومبر ۸۴ء	۳۔۱۲
محمد تقی عثمانی	غیر سودی کاؤنٹر	فروری ۸۱ء	۳۔۱۶
نعیم صدیقی	بلاسود بینکنگ سے متعلق چند مسائل	اکتوبر ۸۷ء	۲۵۔۳۳

ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک

ادارہ	بلاسود بینک کاری کے بارہ میں سوالنامہ	اپریل ۶۶ء	۵۵۔۵۶
شہاب الدین ندوی	اسلامی بینکاری اور بیع مرابحہ	نومبر ۹۹ء	۱۳۔۲۶
طاسین مولانا	بلاسود بینکاری نفع ونقصان میں شراکت کا معاملہ	جون ۸۱ء	۱۷۔۳۵
طاسین مولانا	کیا بینکاری کا نیا نظام اسلامی ہے؟	نومبر ۸۴ء	۱۱۔۲۲
ظفر الاسلام ڈاکٹر	عباسی دور کی انفرادی بینکاری پر ایک نظر	نومبر ۸۵ء	۴۳۔۵۶
عبدالرحمٰن	بلاسود بینکاری بمقابلہ سودی نظام	فروری ۹۲ء	۵۶
منصور ملک	اسلامی بینک کاری، کچھ خدشات، کچھ وضاحتیں [اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کا جائزہ]	فروری ۰۱ء	۳۶۔۳۹

ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ

عتیق احمد بستوی	سود اور غیر سودی بینکاری	نومبر ۸۹ء	۱۵۔۲۱

ماہنامہ ترجمان الحدیث، لاہور

ڈی ایم قریشی ڈاکٹر	بلاسود بینکاری [قسط ۱]	جنوری ۲۰۰۰ء	۱۰-۱۷
ڈی ایم قریشی ڈاکٹر	بلاسود بینکاری [قسط ۲]	فروری ۲۰۰۰ء	۹-۱۳
ڈی ایم قریشی ڈاکٹر	بلاسود بینکاری [قسط ۳]	مارچ ۲۰۰۰ء	۲۶-۳۳

www.KitaboSunnat.com

ششماہی منہاج، لاہور

محمد اکرم پروفیسر	پاکستان میں اسلامی بینک کاری	اپریل ۸۵ء	۸۹۔۱۱۰
محمود الحسن عارف ڈاکٹر	موجودہ بینکنگ نظام اور اسلامی بینک کاری	جنوری ۹۲ء	۱۰۔۵۶
محمد ایوب	اسلامی بینکاری نظام کا اجمالی خاکہ اور پاکستان میں اس کا نفاذ	جولائی ۰۴ء	۳۲۱۔۳۲۸

ماہنامہ میثاق، لاہور

اسلامی نظریاتی کونسل	بلاسود بینکاری	اپریل ۸۱ء	۷۳۔۸۶
اسلامی نظریاتی کونسل	بلاسود بینکاری پر اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ	ستمبر ۹۷ء	۳۱۔۴۰
تنزیل الرحمٰن جسٹس	غیر سودی بینکاری	جون ۷۸ء	۵۴۔۶۴

ماہنامہ الاتحاد، اسلام آباد

انیس احمد مرزا	بلاسود بینکاری ایک قابل عمل تصور	دسمبر ۹۲ء	۶۔۹
انیس احمد مرزا	اسلامی ترقیاتی بینک	مارچ ۹۳ء	۱۶۔۱۷
صفدر عبد القیوم	دبئی اسلامک بینک کا ایک تعارف	نومبر ۹۲ء	۱۵۔۱۷

ماہنامہ الاخوۃ، لاہور

ذوالفقار علی حافظ	اسلامی بینکاری کی حیثیت [قسط ۱]	جون ۰۸ء	؟؟؟
ذوالفقار علی حافظ	اسلامی بینکاری کی حیثیت [قسط ۲]	جولائی ۰۸ء	۳۹-۴۰
ذوالفقار علی حافظ	اسلامی بینکاری کی حیثیت [قسط ۳]	اگست ۰۸ء	۲۹-۳۲

ماہنامہ الشریعہ، گوجرنوالہ

ادارہ	بلاسود بینکاری کے ادارہ نافع اربن کوآپریٹو کریڈٹ سوسائٹی	جولائی ۹۴ء	۱۶۔۲۰
سردار علی	غیر سودی بینکاری اور اس کے عملی تقاضے	فروری ۹۲ء	۱۳۔۳۰
عبد الرؤف	اسلامی بینکنگ پر اختلافات: چند اصولی باتیں	اپریل ۲۰۰۹ء	۷۔۱۹
زاہد صدیق مغل	اسلامی بینکاری غلط سوال کا غلط جواب [قسط ۱]	جنوری ۱۰ء	۳۰-۳۹
زاہد صدیق مغل	اسلامی بینکاری غلط سوال کا غلط جواب [قسط ۲]	فروری ۱۰ء	۲۹-۴۰
زاہد الراشدی مولانا	سودی نظام، بلاسود بینکاری اور حکومت پاکستان	مارچ ۱۹۹۹ء	۱۵۔۱۶

ماہنامہ ترجمان الحدیث، لاہور

www.KitaboSunnat.com

ڈی ایم قریشی ڈاکٹر	بلاسود بینکاری [قسط۱]	جنوری ۲۰۰۰ء	۱۰-۱۷
ڈی ایم قریشی ڈاکٹر	بلاسود بینکاری [قسط۲]	فروری ۲۰۰۰ء	۹-۱۳
ڈی ایم قریشی ڈاکٹر	بلاسود بینکاری [قسط۳]	مارچ ۲۰۰۰ء	۲۶-۳۳

ماہنامہ الفاروق، کراچی

سردار علی خان	غیرسودی بینکاری اوراس کے عملی تقاضے [بیمہ چیک وغیرہ]	ستمبر۹۲ء	۷_۸
فہیم اختر ندوی	اسلامی بینکوں اور غیر اسلامی بینکوں کے درمیان موازنہ	اکتوبر۹۴ء	۶_۶۳

ماہنامہ منہاج القرآن، لاہور

طاہر القادری	بلاسود بینکاری نظام بینکاری جامع عملی خاکہ	نومبر۹۲ء	۲۹_۷۴
محمد اسلم حیات	بلاسود بینکاری [کانفرنس رپورٹ]	نومبر۹۲ء	۱۵_۲۸

اورسیز انٹرنیشنل، آسلام آباد

عشرت حسین ڈاکٹر	بینکنگ سیکٹر کی اصلاحات	نومبر۰۳ء	۲۹_۳۰

ماہنامہ البنات، ڈیرہ غازیخان

سعید مجتبیٰ سعیدی	سعودی معیشت اور جدید بینکاری	دسمبر۰۳ء	۹_۱۴

ماہنامہ بینات، کراچی

محمد تقی عثمانی	غیرسودی کاؤنٹر	اپریل۸۱ء	۳۳_۴۶

ماہنامہ سہ ماہی تحقیقات، علی گڑھ

انور کمال الدین	ہندوستان میں بلاسود بینکاری امکانات رکاوٹیں	جنوری۰۱ء	۱۰۲_۱۲۰

ماہنامہ تدریس القرآن، کراچی

مظفر احمد اشرف	پاکستان میں بلاسود بینکاری کا مستقبل	مارچ۹۵ء	۲۶_۲۷

ماہنامہ تفہیم الاسلام، بہاولپور

سراج احمد مفتی	ربوٰ اور موجودہ بینکنگ کا تقابلی جائزہ	اکتوبر۰۶ء	۱۴_۱۹

ماہنامہ سہ ماہی تفکر، لاہور

خورشید احمد پروفیسر	غیرسودی بینکاری کیوں اور کیسے	اپریل۹۲ء	۴۳_۵۲

ماہنامہ الجامعہ، جھنگ

ڈی ایم قریشی	بلاسود بینکاری	جولائی ۷۷ء	۲۵_۴۸

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ الحسن، لاہور

لیاقت علی خان نیازی	اسلامی نظام اور بلاسود بینکاری	مارچ ۹۶ء	۵۰_۵۴

ماہنامہ الخیر، ملتان

اعجاز احمد ہمدانی	بلاسود بینکاری [قسط۱]	اگست ۰۲ء	۳۳-۳۷
اعجاز احمد ہمدانی	بلاسود بینکاری [قسط۲]	ستمبر ۰۲ء	۳۸-۴۲

ماہنامہ دارالسلام، دہلی

شمس الرحمٰن اصلاحی	اسلامی نظام بینکاری	جون ۰۷ء	۴۴_۴۸
ذوالفقار علی حافظ	بیع مرابحہ اور اسلامی بینکاری	دسمبر ۰۷ء	۱۷_۲۷

ماہنامہ حکمتِ قرآن، لاہور

عاطف وحید حافظ	مروجہ اسلامی بینکاری حیلہ سازی اور شرعی تعلیمات	جولائی ۲۰۰۸ء	۳_۴

ماہنامہ روح بلند، لاہور

ذوالفقار علی حافظ	اسلامی بینکاری کی حیثیت	اگست ۸۰ء	۴۱_۴۶

ماہنامہ الاحرار، لاہور

خالد حسن ڈاکٹر	اسلامی بینکاری [قسط۱]	نومبر ۰۶ء	۲۳-۳۴
خالد حسن ڈاکٹر	اسلامی بینکاری [قسط۲]	دسمبر ۰۶ء	۱۸-۲۷

ماہنامہ ظلال القرآن، اسلام آباد

شمس الرحمٰن اصلاحی	اسلامی نظام بینکاری	اکتوبر ۰۵ء	۳۴_۳۸

سہ ماہی مباحث الاسلامیہ، بنوں

ذوالفقار علی، حافظ	بیع سلم کی مروّجہ صورتوں پر شرعی تحقیق	جون ۲۰۱۰ء	۱۱۶-۱۲۶

ماہنامہ تعلیم الاسلام، ماموں کانجن

صدیق فیروز پوری	موجودہ بینکاری نظام کی شرعی حیثیت	اپریل ۸۸ء	۱۶_۱۸

۲ کاغذی کرنسی

ماہنامہ محدث، لاہور

ذوالفقار علی	اسلام کا نظریۂ زر اور کرنسی کی شرعی حیثیت	مارچ/اپریل ۹۰ء	۴۳-۶۱
عبدالجبار شاکرؒ	کاغذی کرنسی، تاریخی اور شرعی مطالعہ	ستمبر/اکتوبر ۹۹ء	۱۳۷-۱۴۶

ماہنامہ فقہ اسلامی، کراچی

اداریہ	کرنسی کے کاروبار کی شرعی حیثیت	جون ۰۷ء	۲۔۱۴
جلال الدین قادری	جعلی کرنسی کا کاروبار	فروری ۰۶ء	۶
عبدالعلیم سیالوی	موجودہ کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت	مارچ ۲۰۰۲ء	۵۔۱۲
نوراحمد شاہتاز	کرنسی کے کاروبار کی شرعی حیثیت [اداریہ]	جون ۰۷ء	۲۔۱۴
محمد منظور الحق	بینک نوٹ بینک کرنسی	۱۹؍اگست ۹۶ء	۲۱۔۲۲

ماہنامہ ترجمان، دہلی

رضاء اللہ مبارکپوری	کاغذی کرنسی حقیقت واہمیت اوراس کا حکم [قسط۱]	۱۵؍مئی ۰۳ء	۷-۱۱
رضاء اللہ مبارکپوری	کاغذی کرنسی حقیقت واہمیت اوراس کا حکم [قسط۲]	یکم جون ۰۳ء	۵-۸
رضاء اللہ مبارکپوری	کاغذی کرنسی حقیقت واہمیت اوراس کا حکم [قسط۳]	۱۵؍جون ۰۳ء	۵-۱۲

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند

نعیم احمد مظفر پوری	نوٹ کی شرعی حیثیت [قسط۱]	مارچ ۸۹ء	۷-۱۵
نعیم احمد مظفر پوری	نوٹ کی شرعی حیثیت [قسط۲]	اپریل ۸۹ء	۷-۱۸
نعیم احمد مظفر پوری	نوٹ کی شرعی حیثیت [قسط۳]	مئی؍جون ۸۹ء	۷-۱۶
نعیم احمد مظفر پوری	نوٹ کی شرعی حیثیت [قسط۴]	جولائی ۸۹ء	۷-۲۳
عبداللہ بن سلیمان	کرنسی	مارچ ۹۲ء	۲۴۔۳۲

سہ ماہی فکرونظر، اسلام آباد

ابن عابد بن شامی	کرنسی کے مسائل؛ شرعی نقطہ نظر [مترجم: حکیم اللہ]	اکتوبر ۰۲ء	۹۳۔۱۱۲

ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ

دیوبند ٹائمز	کرنسی نوٹ، سودی قرضے اوراعضا کی پیوندکاری	اپریل ۱۹۹۰ء	۴۳۔۴۴

ماہنامہ عرفات، لاہور

ذاکر حسن نعمانی	نوٹ کی شرعی حیثیت	نومبر ۰۰ء	۱۲۔۱۶

ماہنامہ تعلیم الاسلام، ماموں کانجن

منظور الحق محمد	بینک اکاؤنٹ اور بینک کی کرنسی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟	اگست ۹۶ء	۹۔۱۰

ترجمان القرآن، لاہور

عمران اشرف عثمانی	کاغذی کرنسی نوٹ اور کرنسی کا حکم [مترجم: عبداللہ میمن]	نومبر ۸۸ء	۲۵۔۳۵

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ البلاغ، کراچی

محمد تقی عثمانی	عالمی مارکیٹ میں کرنسی کے کاروبار کا شرعی حکم	جولائی ۰۳ء	۵۳_۵۶

۳ کریڈٹ، ڈیبٹ کارڈ وغیرہ

ماہنامہ فقہِ اسلامی، کراچی

ادارہ	ڈیبٹ کارڈ، چارج کارڈ اور کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام	اگست ۲۰۰۷ء	۱۴_۲۱
ادارہ	کریڈٹ کارڈ کا استعمال	دسمبر ۲۰۰۰ء	۷۹_۸۰
محمد صالح العثیمین	کریڈٹ کارڈ کا استعمال؟	دسمبر ۲۰۰۰ء	۷۹
نور احمد شاہتاز	کریڈٹ کارڈ کا ٹیکس وغیرہ [اداریہ]	اگست ۰۵ء	۳
منور شاہ سواتی	کریڈٹ کارڈ وغیرہ کا استعمال جائز نہیں ہے؟	مارچ ۰۸ء	۵۶

ہفت روزہ الاعتصام، لاہور

ذوالفقار علی، حافظ	دورِ حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حل [قسط۱] (کریڈٹ کارڈ، انشورنس، لیزنگ وغیرہ)	۱۲رمئی ۲۰۰۶ء	۲۰-۲۶
ذوالفقار علی، حافظ	دورِ حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حل [قسط۲]	۱۹رمئی ۲۰۰۶ء	۶-۱۲
ذوالفقار علی، حافظ	دورِ حاضر کے مالی معاملات کا شرعی حل [قسط۳]	۲۶رمئی ۲۰۰۶ء	۱۶-۲۵

ماہنامہ تبیان، کراچی

حامد عبدالرحمٰن الکاف	کریڈٹ کے کاروبار کا شرعی حکم [قسط۱]	اگست ۸۶ء	۸-۲۸
حامد عبدالرحمٰن الکاف	کریڈٹ کے کاروبار کا شرعی حکم [قسط۲]	ستمبر ۸۶ء	۸-۲۵

ماہنامہ الخطیب، لاہور

اقبال سید پروفیسر	کریڈٹ کارڈ	جون ۰۳ء	۲۹_۳۰

۴ بیمہ/انشورنس، لیزنگ

ماہنامہ فقہِ اسلامی، کراچی

محمد شکیل خان	بیمہ کی حقیقت اور بیمہ کمپنیوں کے کاروبار کی شرعی حیثیت [قسط۱]	ستمبر ۰۲ء	۷_۲۶
محمد شکیل خان	بیمہ کی حقیقت اور بیمہ کمپنیوں کے کاروبار کی شرعی حیثیت [قسط۲]	اکتوبر ۰۲ء	۱۱_۳۴
محمد شکیل خان	بیمہ کی حقیقت اور بیمہ کمپنیوں کے کاروبار کی شرعی حیثیت [قسط۳]	نومبر ۰۲ء	۳۷_۶۳
محمد شکیل خان	بیمہ کی حقیقت اور بیمہ کمپنیوں کے کاروبار کی شرعی حیثیت [قسط۴]	دسمبر ۰۲ء	۵۱_۵۷

www.KitaboSunnat.com

محمد عابد چشتی	لیزنگ گاڑیوں اور زمین کے حصول کی شرعی حیثیت [قسط ۱]	ستمبر ۰۶ء	۲۳۔۳۳
محمد عابد چشتی	لیزنگ گاڑیوں اور زمین کے حصول کی شرعی حیثیت [قسط ۲]	دسمبر ۰۶ء	۲۱۔۵۳
محمد عابد چشتی	لیزنگ گاڑیوں اور زمین کے حصول کی شرعی حیثیت [قسط ۳]	جنوری ۰۷ء	۲۱۔۳۱

ترجمان القرآن، لاہور

ابوالاعلیٰ مودودیؒ	انشورنس اور بینکنگ	اکتوبر ۳۷ء	۱۱۔۱۴۸
ابوالاعلیٰ مودودی	انشورنس کو حرمت سے پاک کرنے کی تدابیر	فروری ۶۶ء	۶۴۔۴۲۵
ابوالاعلیٰ مودودی	انشورنس	اکتوبر ۴۷ء	۷۵۔۸۲
ابوالاعلیٰ مودودی	بیمے کا جواز وعدم جواز	اگست ۶۶ء	۵۸۔۳۱۳
فضل الرحمٰن	بیمہ زندگی؛ ممتاز مصری علما کی نظر میں	اپریل ۶۰ء	۱۷۔۵۴
نعیم صدیقی	بیمہ زندگی، اسلامی نقطہ نظر سے	جولائی ۵۸ء	۵۰۔۲۲۰
نعیم صدیقی	بیمے کے ادارات کا نشوونما اور تاریخ [بیمہ زندگی]	جولائی ۵۸ء	۵۰۔۲۲۸
نعیم صدیقی	بیمے کے کاروبار میں سرمایہ داروں کا حصہ	جولائی ۵۸ء	۵۰۔۲۳۷
نعیم صدیقی	بیمے کے وثیقہ داروں کا نفع ونقصان	جولائی ۵۸ء	۵۰۔۲۳۸
نعیم صدیقی	بیمے میں شائبہ قمار	جولائی ۵۸ء	۵۰۔۲۴۴

ماہنامہ البلاغ، کراچی

محمد لطیف حافظ	بیمہ اور اسلام [قسط ۱]	اکتوبر ۸۰ء	۲۹-۳۸
محمد لطیف حافظ	بیمہ اور اسلام [قسط ۲]	نومبر ۸۰ء	۳۷-۴۸
محمد لطیف حافظ	بیمہ اور اسلام [قسط ۳]	دسمبر ۸۰ء	۲۱-۴۰
محمد رفیع عثمانی	امریکہ میں انشورنس کی ایک جائز صورت	جولائی ۴۷ء	۵۷۔۵۸

ماہنامہ محدث، لاہور

ذوالفقار علی، حافظ	شرعی اور مروّجہ تکافل کا تقابلی جائزہ	اگست ۲۰۰۸ء	۱۰-۲۸

ماہنامہ فقہ اسلامی، کراچی

ادارہ	Takaful in a few easy Steps	اگست ۰۸ء	۸۶۔۹۰
ازمان اسماعیل	Takaful in Islam	نومبر ۸۰ء	۹۰۔۹۵
راڈنی ولسن	Credit risk management in Islamic Finanvce	نومبر ۰۷ء	۹۰۔۹۵

www.KitaboSunnat.com

سہ ماہی فکرونظر، اسلام آباد

شاہد سلیمان	بیمہ؛ ابوالکلام آزاد کی نظر میں	اگست ۶۵ء	۱۷۳۔۱۷۴
عبدالمالک عرفانی	بیمہ کی شرعی حیثیت	فروری ۸۴ء	۶۔۲۳
محمد اسحاق سندیلوی	شریعت میں ضرورتِ شدید کی بنا پر مال وجان کا بیمہ کرانے کی گنجائش موجود ہے	اگست ۶۶ء	۷۲۔۸۴
محمد اکرم خان	بیمہ کی شرعی حیثیت	اکتوبر ۸۴ء	۱۳۵۔۱۴۱
محمد صغیر حسن معصومی	انشورنس بیمہ یا تأمین	اکتوبر ۷۲ء	۱۸۳۔۲۱۹
محمد یونس حافظ	انشورنس یا بیمہ	اکتوبر ۸۳ء	۱۷۔۳۹

سہ ماہی منہاج، لاہور

نور محمد غفاری	انشورنس کی شرعی حیثیت	اپریل ۱۹۹۰ء	۹۔۴۰
محمد عیسیٰ مفتی	بیمہ اور اس کی شرعی حیثیت	جولائی ۱۹۸۸ء	۱۱۔۱۷
محمود الحسن عارف	ملازمین کی گروپ لائف انشورنس شامی ومصر علما کی رائے	جولائی ۱۹۹۱ء	۱۲۳۔۱۳۷

ماہنامہ ترجمان، دہلی

اعجاز عبدالوارث	انشورنس	۷ نومبر ۹۷ء	۳۴
محمد لطیف حافظ	بیمہ اور اسلام	اکتوبر ۸۰ء	۲۹-۳۸

ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ

سلیمان بن ثنیان	انشورنس کمپنیوں کی حقیقت	اکتوبر ۲۰۰۰ء	۲۳۔۳۲

ماہنامہ التوعیہ، دہلی

محمد صالح عثیمین	انشورنس [بیمہ وغیرہ کرانا]	اکتوبر ۹۰ء	۲۶۔۲۷

ماہنامہ الرحیم، حیدرآباد

موسیٰ جاراللہ	اسلام اور بیمہ	مارچ ۶۷ء	۶۸۷۔۷۲۰

ماہنامہ حکمت قرآن، لاہور

محمد یاسین	بیمہ کی شرعی حیثیت	ستمبر ۱۹۸۹ء	۷۔۱۸

ماہنامہ دعوت اہل حدیث، سندھ

باسم ادریس	انشورنس اور بیمہ زندگی	اگست ۰۸ء	۴۱۔۴۳

ہفت روزہ صوت الحق، کراچی

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ مبارکپوری	انشورنس کرانا کیسا ہے؟	۲۰ نومبر ۹۲ء	۹۔۱۰

ماہنامہ ترجمان الحدیث، لاہور

عبدالرحمٰن کیلانی	بیمہ کی شرعی حیثیت اور اس کا متبادل	مارچ ۸۴ء	۱۰۔۱۹

ماہنامہ الدعوۃ، لاہور

عبدالمنان نورپوری	انشورنس کا جائزہ	جون ۹۷ء	۱۴

ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ

محمد طاسین	بیمہ اسلام کی نظر میں	اگست رستمبر ۹۱ء	۱۶۔۲۴

ماہنامہ تعلیم الاسلام، ماموں کانجن

عبدالستار حماد	انشورنس (بیمہ کاری) کی شرعی حیثیت	اگست ۹۳ء	۶۔۸

ماہنامہ ترجمان السنۃ، لاہور

عبیداللہ عفیف، مولانا والد کی کمائی اگر انشورنس سے ہو کیا کرے؟		دسمبر ۹۱ء	۴۶۔۴۸

ہفت روزہ تنظیم، لاہور

عبداللہ محدث روپڑی بیمہ زندگی اور اسلام		۸راگست ۶۹ء	۵۔۶

۵ انعامی سکیمیں رپرائز بانڈ

ماہنامہ البلاغ، کراچی

محمد اکرم میاں	انعامی بانڈ: ایک ذہنی الجھن	مارچ ۰۴ء	۹۷۔۹۹

ہفت روزہ الاعتصام، لاہور

بنتِ مریم	انعامی سکیمیں؛ ایک خاتون کی نظر میں	۳۱رمئی ۸۵ء	۹
صلاح الدین یوسف	مروّجہ انعامی سکیموں اور لاٹریوں کی شرعی حیثیت	۳۱رمئی ۸۵ء	۵۔۸
یوسف قرضاوی	انعامی سکیمیں شریعت کی روشنی میں [مترجم: محمد علی غوری قسط ۱]	۴رجون ۹۹ء	۱۱۔۱۵
یوسف قرضاوی	انعامی سکیمیں شریعت کی روشنی میں [مترجم: محمد علی غوری قسط ۲]	۴رجون ۹۹ء	۱۳۔۱۵

ماہنامہ الدعوۃ، لاہور

عبدالسلام بھٹوی	انعامی بانڈ اور ان کے نمبروں کی کاپیوں کا کاروبار	اگست ۹۵ء	۴۰

ماہنامہ اصلاح ملت، لاہور

محمد عمر فاروق	اسلام میں لاٹری انعامی سکیم اور قرعہ اندازی کی حقیقت	دسمبر ۹۱ء	۱۳۔۱۵

www.KitaboSunnat.com

عبدالقیوم ہزاروی | پرائز بانڈ ایک وضاحت | مارچ ۹۷ء | ۱۸

ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ

یوسف القرضاوی | انعامی سکیمیں شریعت کی روشنی میں | اکتوبر ۲۰۰۰ء | ۳۳۔۴۲

ماہنامہ عرفات، لاہور

محمد سلیم پروفیسر | انعامی بانڈز کی شرعی حیثیت | اکتوبر ۹۹ء | ۱۷۔۲۲

۶ متفرقات

ہفت روزہ الاعتصام، لاہور

احمد ابوزید | ماؤں کے دودھ کے بینک | ۴؍جنوری ۹۱ء | ۱۲۔۱۴

احمد شاکر حافظ | غیرسودی بینکاری کا لائحۂ عمل | ۱۸؍اپریل ۹۷ء | ۳۔۴

صادق سیالکوٹی | بازارِ شریعت کے جعلی سکے | ۵؍نومبر ۷۶ء | ۶۔۸

ماہنامہ الدعوۃ، لاہور

مبشر احمد ربانی | بینک میں رقم رکھنا اور بینک کی نوکری درست ہے؟ | جنوری ۹۷ء | ۴۶

ماہنامہ ترجمان السنۃ، لاہور

ادارہ | اسلامی بینک عالم اسلام کی دولت مغرب منتقل کر رہے ہیں | مئی ۰۶ء | ۱۷۔۲۰

ماہنامہ فقہ اسلامی، کراچی

نجم الحسن | Time Value of Money | فروری ۰۷ء | ۹۳۔۹۵

سعد الرحمٰن | The Islamic Stock Exchange | جنوری ۰۳ء | ۱۱۔۱۷

سعد الرحمٰن | Musharaka Financing Model | جون ۰۳ء | ۸۷۔۹۵

سعد الرحمٰن | Musharaka Financing Model | جولائی ۰۳ء | ۸۲۔۹۵

شیخ الازہر | Investing Funds in Banks that pre-specify Profits | مارچ ۰۳ء | ۸۱۔۸۴

عبدالحنان | Islamic FrameworkPublic Sector Financing in | اپریل ۰۳ء | ۷۱۔۷۴

غلام حسین عباسی | عورتوں کا دودھ اور جدید بینکاری نظام | جنوری ۰۷ء | ۳۲۔۵۰

محمد یونس | کاروبار میں شراکت کے رہنما اصول | اپریل ۲۰۰۰ء | ۵۷۔۷۰

محمود احمد غازی | اسلام میں ربا کی حرمت اور بلاسود سرمایہ کاری | جولائی ۰۸ء | ۵۔۱۸

یوسف قرضاوی | بینک کا سود | مارچ ۰۳ء | ۳۹۔۵۷

www.KitaboSunnat.com

یادِ رفتگاں

مولانا مقتدی حسن ازہریؒ

مولانا مقتدی حسن ازہری بھی داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا مرحوم کی زیارت اور ملاقات کی شدید خواہش تھی، لیکن پاک و ہند کی غیر انسانی حکومتوں اوران کی سیاسی آویزشوں نے آنے جانے کی راہ میں جو غیر ضروری رکاوٹیں کھڑی کررکھی ہیں، قربِ مکانی کے باوجود اُنہوں نے مشکلات کے ہمالیے کھڑے کردیئے ہیں جنہیں عبور کرنا اہلِ علم کے لئے کارے دارد ہے۔

اس سے قبل محدثِ ہند مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری، مولانا عبدالوحید آف بنارس، مولانا رئیس احمد ندوی، خطیبِ اسلام مولانا جھنڈانگری رحمہم اللہ اجمعین اور دیگر بہت سے اہل علم کی زیارت کے شرف سے محرومی مسلسل قلق و اضطراب کا باعث ہے۔ قدّر الله ماشاء وما لم يشأ لم يكن!

مولانا ازہریؒ سے ایک موضوع پر تقریباً ربع صدی سے وقتاً فوقتاً خط و کتابت کے ذریعے سے ایک تعلق قائم تھا، اس کا علم ان کے قریبی رفقا کو بھی غالباً ہوگا، وہ ایک علمی امانت بھی ہے اوران کی علمی تڑپ کا مظہر بھی جس کو وہ پورا کرنے کی شدید خواہش اور کوشش کے باوجود اپنے ساتھ ہی لے گئے۔ اس کی وضاحت اس لئے ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اس کام کے کرنے کی واقعی ضرورت و اہمیت ہے، مولانا ازہری کے ذریعے وہ کام اگر نہیں ہوسکا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب اس کی ضرورت یا افادیت ختم ہوگئی ہے۔

وہ کام ضرور ہونا چاہئے، اس کی افادیت وضرورت مسلمہ ہے اور وہ پاک و ہند کے علما اور مرکزی جماعتوں اور اصحابِ وسائل اداروں کی ذمے داری بھی ہے، بالخصوص فضلاے مدینہ یونیورسٹی کی، جن کی ایک معقول تعداد پاک و ہند میں موجود ہے۔

وہ کام ہے راقم کی کتاب: 'خلافت و ملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت' کو عربی کا جامہ پہنانے کا، جو مولانا مودودی کی کتاب 'خلافت و ملوکیت' کا مدلل اور علمی و تحقیقی جواب ہے۔

www.KitaboSunnat.com

مولانا مرحوم نے اپنے پہلے مکتوب میں تحریر فرمایا تھا کہ ''اس کتاب کو عربی میں منتقل کرنے کی شدید ضرورت ہے، میری مصروفیات مجھے اجازت نہیں دیتیں، ورنہ میں خود یہ کام کرتا، آپ اس کے لئے کوشش فرمائیں۔''

راقم نے ان کو جواب میں تحریر کیا کہ ''راقم کی بھی یہ شدید خواہش ہے، بالخصوص جب سے راقم کے علم میں یہ آیا ہے کہ مولانا مودودی کی کتاب کویت سے عربی میں الخلافة والملك کے نام سے شائع ہوگئی ہے تو یہ خواہش شدید تر ہوگئی ہے۔ کیونکہ اس کی ضرورت بھی فزوں تر ہوگئی ہے لیکن پاکستان میں، میں نے کئی فضلاے مدینہ کو بھی اس طرف متوجہ کیا لیکن نتیجہ ع اے بسا آرزو کہ خاک شد! کی صورت میں نکلا۔ اس لئے آپ ہندوستان میں فضلاے مدینہ سے یہ کام کرواسکتے ہیں تو اس کے لئے ضرور کوشش فرمائیں۔''

کچھ عرصے بعد مولانا مرحوم نے راقم کو لکھا کہ ''میں نے چند اہلِ علم کو اس کام کے لئے تیار کرلیا ہے اور اس کے اجزا میں نے ان میں تقسیم کردیئے ہیں، وہ تھوڑا تھوڑا حصہ عربی میں منتقل کردیں گے۔'' لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ جن حضرات کے سپرد یہ کام کیا گیا، اُنہوں نے کچھ کیا یا نہیں؟ اس کی تفصیل وہی جانتے تھے یا شاید مولانا صلاح الدین مقبول حفظہ اللہ (کویت) کے علم میں ہو۔ راقم کو مزید تفصیلات کا علم نہیں۔ لیکن سالہا سال کی خاموشی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا ازہریؒ اس منصوبے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ دو سال قبل پھر ان کا مکتوبِ گرامی آیا کہ ''آپ اس کام کے لئے محترم عبدالمالک مجاہد صاحب کو آمادہ کریں۔'' راقم نے ان کا وہ مکتوب محترم مجاہد صاحب کو جب وہ پاکستان تشریف لائے، دکھایا تو اُنہوں نے اس مکتوب پر ہی اپنے دست ِمبارک سے حسبِ ذیل عبارت تحریر کرکے مجھے واپس کردیا کہ

''یہ مولانا مقتدیٰ حسن کو بھیج دیں۔ یہ کام آپ ہندوستان میں اپنی زیرنگرانی کروالیں، سارا خرچہ میں برداشت کرلوں گا۔''

یہ مکتوب راقم نے مولانا ازہری کو ارسال کردیا، لیکن پھر ان کا جواب نہیں آیا۔ یہ گویا آخری مکتوب ثابت ہوا۔

اس مختصر تفصیل سے اصل مقصود یہ ہے کہ محولہ کتاب کو عربی میں منتقل کرنے کی واقعی شدید

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہے، مولانا ازہریؒ خواہش اور کوشش کے باوجود یہ کام نہیں کر سکے، تو دوسرے اہل علم کو جو عربی اور اُردو دونوں زبانوں میں مہارت اور انشا و تحریر کا سلیقہ رکھتے ہیں، اس مسئلے کی اہمیت کو سمجھنا چاہئے یا جو بڑے بڑے ادارے ہیں جیسے 'دارالسلام' (الریاض) یا 'جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی' (الکویت) وغیرہ، وہ اہل علم کے ذریعے سے یہ کام کروائیں اور عالم عرب میں اس کتاب کو متعارف کروائیں۔

اس میں صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرت عثمان و معاویہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ وعمرو بن عاص وغیرہمؓ کا دفاع ہے۔ مغربی جمہوریت جس کی زلفِ گرہ گیر کے بڑے بڑے اہل علم اسیر و گرویدہ ہیں، حالانکہ اس نے اسلامی ملکوں سے اسلامی اقدار و روایات کا جنازہ نکال دیا ہے، اس کی حشر سامانیوں کی تفصیل ہے اور اسلامی نظامِ حکومت کی ضروری تفصیل ہے جس کیلئے اس وقت دنیا چشم براہ ہے۔ وفّقنا اللہ لما یحبّ ویرضٰی (حافظ صلاح الدین یوسف)

....

۲ ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ......ایک عظیم مفکر وخطیب!

چند ہفتے قبل دیوبندی مکتبِ فکر کے معروف دارالعلوم جامعہ اِمدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد میں جامعہ کے رئیس مفتی محمد طیب کی تصنیف 'ترمذی کی شرح' کی تقریبِ رونمائی منعقد ہوئی جس کے مہمانِ خصوصی ڈاکٹر محمود احمد غازی تھے۔ اس پر وقار اور علمی تقریب کی صدارت محترم مولانا مجاہد الحسینی فرما رہے تھے۔ سامعین میں جامعہ کے اَساتذہ وطلبہ کے علاوہ شہر کے تاجر، پروفیسرز اور ممتاز علما تشریف فرما تھے۔ موقع کی مناسبت اور موضوع کے اعتبار سے ڈاکٹر صاحب نے امام ترمذیؒ کے سوانح حیات، ان کی تصنیف کی صحاحِ ستہ میں امتیازی خصوصیت اور امام ترمذی کے بلند مرتبت اُستاذ امام بخاریؒ کی ثقاہت وفقاہت اور خدماتِ جلیلہ پر سحر انگیز خطاب فرمایا۔

اہمیتِ حدیث کو انہوں نے نہایت اَحسن اور مفکرانہ انداز سے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک واضح فرمایا۔ قرآنِ حکیم کی آیتِ مبارکہ ﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں اُنہوں نے وضاحت کی کہ حدیث کے بغیر قرآن فہمی ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اکثر موقعوں پر کاتبانِ وحی کو اپنے فرامین ضبط تحریر میں لانے کا حکم دیا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے نبی مکرم ﷺ کے دمِ واپسیں تک آپ ﷺ

کے ایک ایک لفظ اور عمل کو احاطۂ تحریر میں محفوظ فرمایا۔ اس طرح صحابہ کرامؓ کے پاس بیش بہا اَحادیث کا تحریری ریکارڈ جمع ہوا جس میں بعض کے مخطوطے آج بھی دنیا کی لائبریریوں میں پائے جاتے ہیں اور یہی وہ مستند ریکارڈ ہے جسے محدثینِ عظام نے بے مثال اِحتیاط کے ساتھ اپنی کتابوں میں درج کیا جس کا اعتراف اسلام کے شدید مخالفین نے بھی کیا ہے۔

تقریب کا اختتام مفتی محمد طیب صاحب کے حسبِ اِرشاد راقم السطور کی دعا کے ساتھ ہوا، جس کے بعد مرحوم ڈاکٹر محمود احمد غازی، ڈاکٹر قاری محمد طاہر، محترم مولانا مجاہد الحسینی اور جناب ڈاکٹر زاہد اشرف اور ان سطور کا راقم کھانے کی میز پر اکٹھے بیٹھے تھے۔ اس دوران بھی ڈاکٹر صاحب نہایت معلوماتی اور دلچسپ علمی گفتگو کرتے رہے، معلوم نہیں تھا کہ ان سے یہ ملاقات اور ساعت آخری ہورہی ہے۔

اَخبارات میں ڈاکٹر صاحب کی اچانک وفات کی خبر پڑھ کر دلی صدمہ ہوا، پروفیسر عبدالجبار شاکر کے انتقالِ پرملال کے بعد ڈاکٹر صاحب کے سانحۂ اِرتحال سے نہ صرف ملکی بلکہ عالمی سطح کے علمی حلقوں میں ایک بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے سابق صدر، سابقہ وفاقی وزیر مذہبی اُمور اور سابق خطیب فیصل مسجد تھے۔ آج کل وہ وفاقی شرعی عدالت کے فاضل جج کی حیثیت سے کام کررہے تھے۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ وہ عالم اسلام میں عملی اتحاد کے داعی اور فقہی اختلافات کے باوجود ایک دوسرے کے قریب آنے کا بے حد درد اور تڑپ رکھتے تھے، تاکہ بدلے ہوئے حالات وتقاضوں کے مطابق اسلام کو دنیا کے لیے بطورِ نجات دہندہ دین پیش کیا جاسکے، اس لحاظ سے وہ تمام مکاتبِ فکر میں یکساں احترام رکھتے تھے۔ وہ عربی، اُردو اور انگریزی کے ساتھ ساتھ دوسری کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے، اُنہوں نے متعدد کتابیں لکھیں، جن میں محاضراتِ قرآن، محاضراتِ حدیث، محاضراتِ سیرت اور حیاتِ مجددِ الفِ ثانی خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

اُن کی وزارتِ مذہبی اُمور کے زمانے میں سیرت کانفرنس اور امن وامان کے حوالے سے چند اجلاس میں ہمیں ڈاکٹر صاحب کو قریب سے دیکھنے اور ملنے جلنے کے مواقع رہے، بلاشبہ وہ جدید وقدیم علوم کے متبحر عالم اور دورِ حاضر کے مسائل پر گہرا عبور رکھتے تھے جس کا اظہار ان کی فصیح وبلیغ خطابت اور پُرحکمت تحریروں سے خوب نمایاں ہوتا تھا۔ اخلاق وعادات کے ایسے کہ نجی محفلوں میں ان کی دلکشا باتوں سے دوست واحباب محبتیں اور شفقتیں سمیٹ رہے ہوتے،

www.KitaboSunnat.com

اب تو حال اَحوال بقولِ شاعر کچھ اس طرح ہے۔ ع

ایک ایک کرکے ستاروں کی طرح ڈوب گئے...... ہائے کیا لوگ میرے حلقۂ احباب میں تھے

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی دینی ملّی خدمات وحسنات کا اجرعظیم عطا فرماتے ہوئے اُن کی مغفرت فرمائے۔ آمین! (مولانا محمد یوسف انور)

LAHORE ISLAMIC UNIVERSITY

جامعة لاهور الاسلامية (رحمانیہ)

Admissions OPEN

◉ مدینہ منورہ یونیورسٹی میں ہر سال 4 طلبہ کا داخلہ ◉ مدینہ یونیورسٹی، ملائیشیا میں 5 سکالرشپ
◉ وفاق المدارس السّلفیہ میں سب سے زیادہ پوزیشنیں ◉ دو وسیع وعریض، شاندار بلڈنگوں میں کامیاب منتقلی
◉ پنجاب یونیورسٹی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد میں پی ایچ ڈی ٹیسٹ میں پہلی پوزیشنیں
◉ ممتاز طلبہ کو ماہانہ 500 روپے وظیفہ ◉ ہر سال عمرہ کے 4 اور حج کے 1 انعام کی شاندار روایات کے بعد

جامعة لاهور الاسلامية کا ایک غیر معمولی اور انقلابی اِقدام

BS (Islamic Studies)

4 Years Degree Program

جس کی تکمیل کرنیوالا طالبعلم HEC کے منظور شدہ ایم اے کا سند یافتہ ہوگا

خصوصیات

برصغیر کے دینی مدارس کی خصوصیات پر مشتمل اور مدینہ یونیورسٹی کے اصل نصاب کی براہِ راست تدریس
عالمی یونیورسٹیوں سے ہم آہنگ اور 8 سمیسٹرز / 40 Credit Hours پر مشتمل جدید نظامِ تعلیم
بہترین فرنشڈ کلاس روم، جدید ترین کمپیوٹر لیب ◉ وسیع لائبریری اور معاونِ تعلیم آلات کا بھرپور استعمال
مطلوبہ اہلیت: ثانویہ خاصہ (وفاق المدارس) یا انٹرمیڈیٹ + یکسالہ دینی تعلیم
محدود نشستوں پر داخلے جاری ◉ آخری تاریخ ۲۸/ اکتوبر ۲۰۱۰ء

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی: ڈائریکٹر فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز، ۹۱ بابر بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

www.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol. 42 No 10

Monthly **MUHADDIS** Lahore

5866476
5866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام و تفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں مخل کا درجہ رکھتے ہیں

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ **محدث** لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے ——— زرِ سالانہ ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700